احناف کے نزدیک افتا کے اصول وضوابط پر تالیف کی گئی "الاتحاف بمصطلحات الاحناف" کا اُردو ترجمہ

مُسمّٰی بہ

اُصولِ اِفتا

مُصنّف

فضیلۃ الشیخ علامہ عمر بن محمد الشیخلی

مُترجم

مُفتی دلشاد احمد قادری

www.qadri.in

احناف کے نزدیک افتا کے اصول وضوابط پر شاہکار تصنیف

الاتحاف بمصطلحات الاحناف

کا اردو ترجمہ

بنام

اصول افتا

تالیف

فضیلۃ الشیخ علامہ عمر بن محمد الشیخلی

ترجمہ

مفتی دلشاد احمد قادری

ناشر

تاج الفحول اکیڈمی، بدایوں (یوپی)

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

سلسلۂ مطبوعات (110)

کتاب: اصول افتا

تالیف: علامہ عمر بن محمد السُنیخلی

ترجمہ: مفتی دلشاد احمد قادری

طبع اول: ۱۴۳۵ھ/۲۰۱۴ء/ بموقع عرس قدیری، بدایوں

Publisher

TAJUL FUHOOL ACADEMY

(A Unit of Qadri Majeedi Trust)

Madrsa Alia Qadria, Maulvi Mohalla, Budaun-243601 (U.P.) India

Mob.: +91-9897503199, +91-9358563720

E-Mail: qadrimajeeditrust@gmail.com, Website: www.qadri.in

Distributor

Maktaba Jaam-e-Noor

422, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-6

Phone : 011-23281418

Mob. : 0091-9313783691

Distributor

Khwaja Book Depot.

Matia Mahal,

Jama Masjid, Delhi-6

Mob. : 0091-9313086318

انتساب

چودھویں صدی ہجری کے عظیم فقیہ ومفتی تاج الفحول مولانا الشاہ

عبدالقادر حنفی قادری بدایونی قدس سرہٗ العزیز

کے نام

''جن پر اصول وفروع وعقائد وفقہ سب میں

اعتماد کلی کی اجازت تھی''

دلشاد احمد قادری

خادم مدرسہ عالیہ قادریہ بدایوں شریف

عرض ناشر

تاج الفحول اکیڈمی خانقاہ عالیہ قادریہ بدایوں شریف کا ایک ذیلی ادارہ ہے، جوتاجدار اہل سنت حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری (زیب سجادہ خانقاہ قادریہ بدایوں شریف) کی سرپرستی میں عزم محکم اور عمل پیہم کے ساتھ تحقیق، تصنیف، ترجمہ اور نشر واشاعت کے میدان میں سرگرم عمل ہے، اکیڈمی کے زیر اہتمام اب تک عربی، اردو، ہندی، انگلش، گجراتی اور مراٹھی زبانوں میں تقریباً ۱۰۷ رکتابیں منظر عام پر آچکی ہیں جو شہید بغداد مولانا اسید الحق قادری کی نگرانی اور ان کی قائدانہ کوششوں اور محنتوں کا نتیجہ ہے۔آپ کی شہادت کے بعد اب نشر واشاعت کے یہ سارے امور بحمد اللہ صاحبزادہ مولانا عطیف قادری بدایونی کی نگرانی میں بحسن وخوبی انجام پا رہے ہیں۔ زیر نظر کتاب اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

تاج الفحول اکیڈمی کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس نے ہر حلقے اور ہر طبقے کی دلچسپی اور ضرورتوں کے پیش نظر اشاعتی خدمات انجام دی ہیں، خالص علمی اور تحقیقی کتب، ادبی اور شعری نگارشات، عام لوگوں کی تربیت واصلاح کے لیے آسان زبان میں رسائل، اکابر بدایوں کی سیرت وسوانح، باطل افکار ونظریات کے رد وابطال اور مسلک حق کے اثبات میں قدیم وجدید رسائل اور غیر مسلم برادران وطن کے لیے اسلام کے تعارف پر مشتمل سلجھا ہوا دعوتی اور تبلیغی لٹریچر غرض کہ اکیڈمی ان تمام میدانوں میں بیک وقت تحقیقی، تصنیفی اور اشاعتی خدمات انجام دے رہی ہے۔

ابتدا ہی سے تاج الفحول اکیڈمی کے منصوبے میں یہ بات بھی شامل تھی کہ خانوادۂ قادریہ بدایوں شریف اور خانوادۂ قادریہ سے وابستہ علما ومشائخ کے علاوہ دیگر علمائے اہل سنت بالخصوص عالم عرب کے علما، صوفیہ اور مشائخ کی تصانیف کو بھی اردو زبان میں ترجمہ کر کے شائع کیا جائے، زیر نظر کتاب کا ترجمہ اور اشاعت اسی منصوبے کی تکمیل کی طرف مضبوط قدم ہے۔

رب قدیر ومقتدر سے دعا ہے کہ اکیڈمی کی خدمات قبول فرمائے، ہمیں زیادہ سے زیادہ دینی خدمات کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ہمارے اشاعتی منصوبوں کی تکمیل میں آسانیاں پیدا فرمائے۔

محمد عبدالقیوم قادری

جنرل سکریٹری تاج الفحول اکیڈمی

خادم خانقاہ قادریہ بدایوں

فہرست مشمولات

عنوان	صفحہ
ابتدائیہ — از: عطیف قادری بدایونی	8
تقریظ — از: مفتی آلِ مصطفیٰ مصباحی	11
عرض مصنف — از: مصنف کتاب	13
مذہب حنفی کے علمائے کرام کی ترجیحات	15
ازروئے روایت ترجیح	16
درایت کی روسے ترجیح	17
قائل کے لحاظ سے راجح ومرجوح قول میں تمییز دینے کے قواعد وضوابط	
پہلا ضابطہ	20
دوسرا ضابطہ	21
تیسرا ضابطہ	22
چوتھا ضابطہ	22
پانچواں ضابطہ	24
چھٹا ضابطہ	24
ساتواں ضابطہ	25
آٹھواں ضابطہ	25
نواں ضابطہ	27
دسواں ضابطہ	28

گیارھواں ضابطہ 29

دلیل کی رو سے راجح و مرجوح قول میں امتیاز دینے کے اصول وضوابط

پہلا ضابطہ 30

دوسرا ضابطہ 30

تیسرا ضابطہ 31

چوتھا ضابطہ 31

پانچواں ضابطہ 31

مذہب حنفی کے مشائخ کی ترجیحات کے مابین تعارض کو دور کرنے کے اصول وضوابط

پہلا ضابطہ 33

دوسرا ضابطہ 33

تیسرا ضابطہ 34

چوتھا ضابطہ 34

پانچواں ضابطہ 34

چھٹا ضابطہ 34

ساتواں ضابطہ 34

آٹھواں ضابطہ 34

نواں ضابطہ 35

دسواں ضابطہ 35

گیارھواں ضابطہ 35

بارھواں ضابطہ 35

تیرھواں ضابطہ 35

چودھواں ضابطہ 35

پندرھواں ضابطہ 35

سولھواں ضابطہ 36

جب خبر واحد قیاس کے مخالف ہو	37
امام اعظم کی رائے اختیار کرنے والے اصحاب	40
پہلی شرط	41
دوسری شرط	42
تیسری شرط	43
چوتھی شرط	43
پانچویں شرط	44
چھٹی شرط	45
ساتویں شرط	45
آٹھویں شرط	46
معتمد علیہ کتابیں اور مذہبِ حنفی کی اہم اصطلاحات	47
حواشی	49

☆☆☆

ابتدائیہ

زیرِنظر کتاب "الاتحاف بمصطلحات الاحناف" کے مصنف علامہ شیخ عمر بن محمد شیخلی دورِ حاضر کے ایک جید عالم دین ہیں۔ آپ مذہباً حنفی، عقیدتاً اشعری اور طریقتاً قادری ہیں۔ آپ پر نسبت قادریہ کا اس قدر غلبہ ہوا کہ اپنے نام میں شیخ (غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز) کی طرف نسبت کرتے ہوئے شیخلی لکھنے لگے۔

علامہ شیخلی کی پیدائش بغداد معلیٰ میں ہوئی۔ آپ نے اپنے تعلیمی مراحل بغداد معلیٰ میں شیخ قاسم حنفی، علامہ شیخ نواف فلسطینی اور ملا صابر وغیرہ کی درس گاہوں میں طے کیے۔ عراق پر جب غاصب قوتوں نے فوجی حملہ کیا تو علامہ شیخلی شام تشریف لے گئے، شام پہنچ کر آپ نے علامہ محمد ابوالہدیٰ الیعقوبی سے مکمل صحیح مسلم، جامع ترمذی اور شمائل وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔ ان کے علاوہ علامہ الشیخ اسعد الصاغرجی سے الاربعین العجلونیة، علامہ شیخ محمد فاتح الکتانی سے الاوائل السلبیة کا درس لیا۔ اس کے بعد علامہ شیخ نضال الہٰ رشی کی صحبت اختیار کر کے آپ سے مذہب حنفی اور علمائے اشاعرہ وماتریدیہ کی کتابیں پڑھیں۔

علامہ شیخلی نے اپنی زندگی میں کئی کتابوں پر تحقیق بھی فرمائی، جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

[۱]القول الازهر فيما يفتى بقول الامام زفر

[۲]مسلك الثقات فى نصوص الصفات

[۳]الانوار الالهيه شرح المقدمة السنوسية

[۴]اعانة الحقير شرح زاد الفقير

[۵]الجواب الشريف للحضرة الشريفة

فی الوقت علامہ شیخلی بغداد معلیٰ میں مقیم ہیں اور تشنگان علوم کو سیراب کررہے ہیں۔ راقم الحروف نے آپ کا یہ مختصر سوانحی خاکہ براہِ راست علامہ شیخلی سے ہی حاصل کیا۔

چند باتیں:

زیر نظر کتاب علامہ شیخلی کی اصول افتا پر تالیف کی گئی نہایت عمدہ تصنیف ہے۔ اس کی اہمیت اور علمی وقعت کو دیکھ کر عالم ربانی شہید بغداد علامہ اسید الحق محمد عاصم قادری علیہ الرحمہ (شیخ صاحب) نے اس کتاب کا سلیس اردو ترجمہ کروایا اور اب تاج الفحول اکیڈمی اسے ''اصول افتا'' کے نام سے شائع کررہی ہے۔

اس کتاب میں افتا کے اصول وقوانین پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ ہر اصول کو ذکر کرنے کے بعد مثالوں کے ذریعے انہیں سمجھایا گیا ہے، جس کی وجہ سے فن فقہ سے دل چسپی رکھنے والے حضرات بہ آسانی اصول سمجھ سکتے ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ آپ قیاس کو خبر واحد پر ترجیح دیتے تھے۔ علامہ شیخلی نے اس کی پرزور تردید کی اور اس کا نہایت تحقیقی جواب رقم فرمایا اور قوی دلائل وشواہد سے یہ ثابت کیا کہ امام اعظم پر یہ محض بہتان ہے۔ آپ ہرگز خبر واحد پر قیاس کی ترجیح وتقدیم کے قائل نہ تھے۔

مصنف کتاب نے جدید اسلوب کے مطابق تمام عبارتوں کے حوالہ جات بھی درج کیے تھے، ہم نے ان ہی حوالوں پر اکتفا کیا ہے اور کتاب کے آخر میں حواشی کے ضمن میں ان کو درج کردیا ہے۔

کتاب کا ترجمہ مدرسہ قادریہ کے لائق فرزند ومدرس مفتی دلشاد احمد قادری نے بڑی محنت سے کیا ہے۔ اللہ ان کو اجر عظیم عطا فرمائے اور دین حنیف کی مزید خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ہم حضرت مفتی آل مصطفیٰ مصباحی مدظلہ العالی (صدر مفتی دار العلوم امجدیہ گھوسی) کے بے حد ممنون ومشکور ہیں جنھوں نے اپنے قیمتی اوقات میں سے کچھ وقت نکال کر اس کتاب کے ترجمے کو ملاحظہ فرمایا، بعض مقامات پر اپنی رائے سے نوازا اور رسالے پر تقریظ رقم فرما کر اس کی وقعت واستناد میں اضافہ فرمایا۔

رسالے کی ترتیب اور پروف ریڈنگ عزیزم مولوی عبدالعلیم قادری مجیدی نے بڑی محنت اور لگن سے کی ہے۔ رب قدیر ان کے علم وعمل اور عمر میں برکتیں عطا فرمائے اور دین حنیف کی مزید خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔

ہم یہاں یہ بات عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ شیخ صاحب کا یہ اصول بن گیا تھا کہ آپ خانقاہ برکاتیہ اور خانقاہ قادریہ کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے اعراس میں کسی نہ کسی کتاب کا شایان شان اجرا کروایا کرتے تھے اور اس طرح اپنے اشاعتی منصوبوں کی تکمیل میں سرگرم عمل تھے۔ اب آپ کی شہادت کے بعد ہم اپنے اس اشاعتی منصوبے کو اسی طرز پر قائم رکھیں گے تاکہ نشرواشاعت کا یہ سلسلہ جاری رہے۔ زیر نظر کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جس کا اجرا شیخ المشائخ مفتیٔ اعظم عاشق الرسول حضرت الشاہ عبدالقدیر قادری بدایونی قدس سرہٗ العزیز کے ۵۶؍ ویں عرس کے موقع پر کرتے ہوئے ہم فخر ومسرت محسوس کررہے ہیں۔

یہاں اس بات کا اعتراف ضروری ہے کہ یقیناً شیخ صاحب کی شہادت کے بعد ادارہ جن حالات سے دوچار ہوا وہ قابل بیان نہیں، یہ سب تاجدار اہلسنت حضرت اقدس الشیخ عبدالحمید محمد سالم قادری کی ہمت وصبر اور دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ ہم اپنے اشاعتی سفر کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔

ہمیں اس بات کا بھی اعتراف ہے کہ شیخ صاحب کی شہادت کے بعد ہمارے اشاعتی کام میں کوئی نہ کوئی خامی یا کمی ضرور نظر آئے گی جس میں ہماری کوتاہی اور کم علمی کو دخل ہے۔

رب قدیر ومقتدر سے دعا ہے کہ ہماری کوتاہیوں کو درگزر فرمائے، ہمیں علم وعمل سے آراستہ فرمائے اور اکیڈمی کے اشاعتی منصوبوں کی تکمیل میں آسانیاں پیدا فرمائے۔

محمد عطیف قادری

خانقاہ عالیہ قادریہ بدایوں

۳؍جولائی ۲۰۱۴ء/۴؍رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ

تقریظ

مفتی آل مصطفیٰ مصباحی

(صدر مفتی دارالعلوم امجدیہ، گھوسی)

نحمدہ ونصلی علی حبیبہ الکریم

زیر نظر رسالہ ''الاتحاف بمصطلحات الاحناف'' ایک عراقی عالم علامہ عمر بن محمد شیخلی کی تصنیف ہے جو عربی زبان میں ہے جسے محبّ مکرم جناب مولانا مفتی دلشاد احمد قادری زید مجدہ (استاذ مدرسہ عالیہ قادریہ بدایوں) نے سلیس اردو زبان میں منتقل کیا ہے یہ رسالہ احناف کی بعض اہم مصطلحات اور اصول افتا پر مشتمل ہے جو گراں قدر اور قابل مطالعہ ہے۔ اس رسالے کے اہم ہونے کی ایک بنیادی وجہ یہ ہے کہ مصنف نے احناف کی مصطلحات اور فقہ وافتا کے ضوابط بیان کرنے میں اجتہاد سے کام نہیں لیا ہے، بلکہ حنفی مجتہد و معتمد فقہا کے بیان کردہ اصول وضوابط کو نئی ترتیب و جدید اسلوب میں پیش فرمایا ہے اور حاشیے میں ایک محقق اور قانون داں کی حیثیت سے اصل ماخذ و مراجع کی نشاندہی بھی کردی ہے جس کی روشنی میں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ جو کچھ مصنف نے تحریر کیا ہے وہ علمائے فقہ واصول کی مصطلحات وتفریعات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے لائق استشہاد ہے۔

مولی تعالی جزائے خیر دے خانوادہ سیف اللہ المسلول کے چشم و چراغ محبّ مکرم حضرت مولانا اسید الحق محمد عاصم القادری زید مجدہ کو جنھوں نے اپنے مدرسہ قادریہ کے ایک لائق وفائق استاذ مولانا مفتی دلشاد احمد قادری سے اس رسالہ کا شاندار ترجمہ کروایا، جو اس فن سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے اردو زبان میں ایک گنج گراں مایہ ہے۔☆

☆ دراصل اس کتاب پر تقریظ لکھنے اور نظر ثانی کرنے کے لیے عالم ربانی حضرت علامہ اسید الحق محمد عاصم قادری رحمہ اللہ نے ہی مفتی صاحب قبلہ کا انتخاب فرمایا تھا اور عالم ربانی کی موجودگی میں ہی مفتی صاحب قبلہ نے تقریظ رقم فرما کر روانہ کردی تھی، مگر افسوس کہ اس کتاب کی اشاعت سے قبل ہی عالم ربانی کی شہادت ہوگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ناشر تاج الفحول اکیڈمی ہے جس کی خصوصیت رہی ہے کہ وہ اس قسم کے اہم قابل دید اور لائق مطالعہ کتابوں اور رسالوں کو وقت اور حالات کے مطابق شائع کرتی رہتی ہے۔ مولی تعالی اکیڈمی کے ارکان ومعاونین ومخلصلین کو بہتر سے بہتر جزا عطا فرمائے اور مترجم موصوف کی اس دینی خدمت کو قبول عام عطا کرے۔

امین بجاہ سید المرسلین صلوات اللہ علیہم اجمعین وعلی الہ وصحبہ الی یوم الدین۔

آل مصطفیٰ مصباحی

خادم دارالافتا جامعہ امجدیہ گھوسی

۲۲ جمادی الاولی ۱۴۳۴ھ/۲۰۱۳ء

☆☆☆

عرض مصنف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جملہ تعریفیں اس رب بے نیاز کے لیے سزاوار ہیں جس نے اپنی ہدایت کے خزانے ہر اس شخص کے لیے کھول دیے جس کو اس کی مشیت نے چاہا اور اپنے فضل و کرم سے اپنے محبوب بندوں کو حقائق کی دقت اور باریکیوں سے آگاہ فرمایا۔ مَیں اس ذات مقدس پر ہدیہ دورود وسلام پیش کرتا ہوں جو اصفیا و اتقیا کا خلاصہ، ابرار واخیار بندوں میں سب سے بہتر اور انبیا و رسل کی سردار ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ آل اور آپ کے صحابہ کرام کی بارگاہ میں درود وسلام کا گلدستہ پیش کرتا ہوں ۔ یہ درود وسلام اس وقت تک علی الدوام ہوتا رہے جب تک شب و روز کی گردش قائم رہے اور باران رحمت کے قطرات رُوئے زمیں کو تر کرتے رہیں۔

اللہ تعالی نے مجھ حقیر کو یہ شرف بخشا کہ مجھے ان تشنگان علم نبوت کی صف میں شامل فرمایا جنہوں نے جلیل القدر مشائخ سے اپنی علمی پیاس بجھائی، بغداد معلیٰ اور دمشق کی بعض مساجد میں اہل علم اساتذہ کی صحبت کے فیض سے بھی مستفیض ہوا۔ امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت علیہ الرحمۃ والرضوان کے فقہی مذہب پر تصنیف شدہ کتابیں مراقی الفلاح ، اللباب فی شرح الکتاب ، الاختیار فی تعلیل المختار ، الھدایۃ شرح بدایۃالمبتدی وغیرہ کتابوں کی تکمیل ماہر وباکمال اساتذہ سے کی۔

فقہ حنفی کی نشو ونما اس کے اجلہ علما و مجتہدین کے متعلق میری معلومات کا دائرہ صرف اپنی ان مخصوص پڑھی ہوئی کتابوں تک ہی تھا جن میں اس حوالے سے کہیں کہیں گفتگو کی گئی تھی یا مذہب کی بعض ان کتابوں سے مَیں نے معلومات حاصل کی جو از خود تحقیق کر کے مَیں نے پڑھیں یا پھر اس مذہب کے متعلق مشائخ کرام کی زبانی سنا یہ ہی وجہ تھی کہ مذہب حنفی کی بعض مصطلحات کے

معانی کے تعین اور اس کے اطلاق میں مجھے دشواری پیش آتی تھی تاہم اس سلسلے میں ''المذهب الحنفی مراحله و طبقاته و ضوابطه'' نامی عمدہ کتاب میرے ہاتھ لگی، مَیں نے اس نایاب کتاب کے بعض اصول وضوابط کی تلخیص کی۔

زیر نظر یہ رسالہ اپنے موضوع پر عمدہ اور وسیع معلومات پر مشتمل ہے اور فقہ کے طلبہ کے لیے آسان تر ہے۔ پھر مَیں نے چاہا اس رسالے میں اس مسئلے کو بھی شامل کرلوں جس میں اکثر امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ پر اعتراض کیا جاتا ہے اور وہ مسئلہ امام اعظم کا خبر واحد کو قبول کرنے کے متعلق ہے۔ فقہ حنفی کا مطالعہ کرنے والے کے لیے اس مذہب میں غور وخوض سے قبل اجمالی طور پر ان اصول سے واقفیت ضروری ہے اور ان کتابوں کا علم ہونا بھی لازمی ہے جو اس مذہب میں تالیف کی گئیں نیز ان کتابوں پر اعتماد کے مراتب و درجات سے آگاہ ہونا بھی ضروری ہے۔ پھر مَیں نے اس رسالے میں مذہب حنفی کی اصطلحات اور روایات واقوال کے مابین ترجیح کے اصول تحریر کیے۔

مَیں نے یہ حقیر سی کاوش اس امید پر کی کہ شاید مَیں بھی علم فقہ جیسے مبارک علم کی خدمت کرنے والوں کی لڑی میں داخل ہو جاؤں، رب قدیر و مقتدر کی بارگاہ میں بصد خلوص یہ دعا ہے کہ وہ اس کاوش کو میرے لیے نفع بخش بنائے نیز ہر اس شخص کو اس سے مستفید فرمائے جو اس کا مطالعہ کرے۔

دراصل اس رسالے کے مشمولات میرے اساتذۂ کرام کا قیمتی سرمایہ ہے، مَیں نے صرف ان حضرات سے اخذ کر کے آپ تک پہنچانے کی کوشش کی ہے، اللہ تعالیٰ میری اور تمام اہل اسلام کی جانب سے میرے اساتذۂ کرام کو بہترین جزا عطا فرمائے۔

اگر ان اصول وضوابط کو بیان کرنے میں مَیں صواب و درستگی کو پہنچا ہوں تو یہ اللہ کی توفیق سے ہے اور اگر ان کی تعبیر میں غلطی وخطا سرزد ہوئی تو یہ میری کوتاہی اور کم علمی کی بنا پر ہے۔

(استغفر الله و اتوب اليه)

رب بے نیاز کی بارگاہ کا محتاج
عمر بن محمد الشیخلی
۲۷ شعبان ۱۴۳۲ھ

☆☆☆

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

مذہب حنفی کے علمائے کرام کی ترجیحات

مذہب حنفی میں (کسی مسئلے میں) متعدد اقوال و روایات کا پایا جانا نیز ان کا قوی و ضعیف پر مشتمل ہونا طالبان علم اور فقہا کے نزدیک تسلیم شدہ امر ہے اور فقہی مذاہب کی کتابیں ان اقوال و روایات کی انواع واقسام پر شاہد عدل ہیں۔

علمائے مذہب نے راجح و صحیح اقوال کو اختیار کرنا لازم و ضروری قرار دیا ہے اور مرجوح یا قول ضعیف یا وہ قول جس سے رجوع منقول ہے یا قول متروک پر فتویٰ نہ دینے کی سخت تاکید فرمائی ہے(۱)۔

علامہ ابن عابدین (شامی) اپنی شہرۂ آفاق تصنیف 'شرح عقود رسم المفتی' میں فرماتے ہیں:

ان الواجب علی من اراد ان یعمل لنفسه او یفتی غیره ان یتبع القول الذی رجحه علماء مذهبه فلا یجوز له العمل او الافتاء بالمرجوح الافی بعض مواضع وقد نقلوا الاجماع علی ذلك. (۲)

جو شخص خود عمل کرنا چاہے یا کسی کو فتویٰ دینے کا قصد کرے اس پر لازم و ضروری ہے کہ وہ اس قول کی اتباع و پیروی کرے جس کو اس مذہب کے فقیہ علما نے راجح قرار دیا، لہٰذا مفتی کے لیے قول مرجوح پر نہ خود عمل کرنا جائز ہے اور نہ اس قول پر فتویٰ دینا روا ہے سوائے بعض مقامات کے۔ اس (تفصیل) پر علمائے کرام نے اجماع نقل کیا ہے۔

جب کہ علمائے مذہب اس (راجح ومعتمد اقوال کی اتباع) پر کافی زور دیتے ہیں تو فقہ اسلامی کے بہت سے ریسرچ اسکالر اور اہل تحقیق یہ سمجھتے ہیں کہ فقہ حنفی میں معتمد و راجح قول تک پہنچنے کے طریقے کو بہت سے ان پوشیدہ امور اور اضطربات نے گھیر لیا ہے جو اجتہادات وآرا کے تعارض کے نتیجے میں پیدا ہوتے ہیں، لہٰذا یہی امر ان واضح اصول وقوانین کی وضع کا مطالبہ کرتا ہے جو مذہب حنفی میں راجح اور لائق عمل اور مرجوح وغیر معمول بہا اقوال کے مابین خط امتیاز کھینچتے ہوں۔

ہم مذہب حنفی کی کتابوں میں ایسے بہت سے اصول وضوابط پاتے ہیں جن کی روشنی میں مختلف اعتبارات کی بنا پر راجح ومرجوح قول میں امتیاز پیدا کیا جاسکے۔ مثلاً اس قول کا قائل کوئی معروف و مشہور امام ہو یا کسی معتمد ومستند ماخذ میں وہ قول مذکور ہو یا کسی قوی ترین دلیل کی جانب اس قول کی استناد کی گئی ہو۔ علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے بہت سے اصول اپنی منظوم تصنیف 'عقود رسم المفتی' اور اس کی شرح میں بیان کیے ہیں۔

لغت میں ''لفظ ترجیح'' کسی کو فضیلت دینے، تقویت پہنچانے، مائل کرنے اور جھکانے کے معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ جب کوئی کسی کی طرف میلان رکھے اور اس کی جانب جھکے تو رجح الشئ رجوحا و رجحانا کہا جاتا ہے اور اسی سے اہل عرب کا قول ہے رجح المیزان (ترازو کا پلڑا جھک گیا) اور جب آپ کسی چیز کو فضیلت دیں اور اسے قوی قرار دیں تو کہا جاتا ہے رجحت الشیء (۳) لیکن فقہا کی اصطلاح میں ترجیح سے مراد ائمہ مذہب کے مختلف اقوال یا ان سے مروی مختلف روایات میں سے راجح قول کو بیان کرنا ہے (۴)۔

اس ترجیح کی دو قسمیں کی جاسکتی ہیں:

[۱] از روئے روایت ترجیح:

یعنی بعض مسائل شرعیہ کے متعلق ائمہ مذہب سے مختلف روایات میں سے راجح روایت کو بیان کرنا۔ اس اختلاف روایات کا سبب یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے بہت کثیر تعداد میں علمائے مذہب نے اخذ فیض کیا۔ اسی طرح امام ابو یوسف، امام محمد بن حسن شیبانی اور دیگر تمام ائمہ مجتہدین کے سامنے بے شمار علما نے زانوئے تلمذ تہہ کیا، اس لیے ان کے شاگرد کثیر تعداد میں ہوئے اور ان ائمہ کرام کے اقوال وآرا کو روایت کرنے والوں کی تعداد بھی کثیر ہوگئی اور ظاہر ہے کہ

بسا اوقات راویوں کی کثرت، روایتوں کے اختلاف کی طرف مؤدی ہوتی ہے چنانچہ یہ بات کسی اہل علم سے مخفی نہیں (۵)۔

یہاں پر ان سرکردہ علمائے مذہب کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں جو ان راویوں کے بعد آئے تا کہ یہ حضرات قوت وضعف کے اعتبار سے ان مختلف روایات میں تمیز دیں اور ان میں سے اقوی وقوی کو اضعف وضعیف روایت پر مقدم رکھیں، نیز جہاں تک ممکن ہو راویوں کے احوال وکوائف میں غور وخوض، سابق ومتاخر کی پہچان اور درستگی وخطا کی معرفت نیز قول مرجوع عنہ سے واقفیت کے ذریعے اس روایت وقول کو ترجیح دیں جس کا رجحان وغلبہ ان پر ظاہر ہو(۶)۔

مثال:

امام محمد بن حسن شیبانی کی ظاہر الروایہ کتابوں میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی اقوال و روایات کو دیگر روایتوں پر ترجیح دینا۔کبھی علمائے مذہب مختلف روایات میں ترجیح کی بجائے توفیق وجمع (تطبیق) کے دامن میں پناہ لیتے ہیں اور یہ طریقہ تفریق سے بہتر ہے۔(۷)

علامہ ابن نجیم 'البحر الرائق' میں فرماتے ہیں:

> جہاں تک ممکن ہو دونوں روایتوں کو لائق عمل قرار دینا بہتر ہے، خصوصاً جب کہ اس تقسیم کی مناسبت پائی جاتی ہو۔(۸)

مثال:

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے وتر کے متعلق مروی مختلف روایتوں میں جمع وتطبیق دینا ۔
چنانچہ حماد بن زید رحمۃ اللہ علیہ نے امام اعظم سے نقل کیا کہ وتر فرض ہے۔ یوسف بن خالد السمتی امام اعظم سے روایت کرتے ہیں کہ وتر واجب ہے۔نوح بن ابومریم رحمۃ اللہ علیہ ان سے وتر کا سنت ہونا نقل کرتے ہیں۔لہٰذا ان روایتوں میں توفیق وتطبیق اس طرح ہوگی کہ وتر عملاً فرض ہے، اعتقاداً واجب ہے اور از روئے ثبوت سنت ہے(۹)۔

[۲] درایت کے رُو سے ترجیح:

امام مجتہد سے متعدد اقوال ثابت ہوں یا امام اور ان کے اصحاب کی مختلف آرا ہوں تو ان میں سے راجح قول ورائے کو (بہ تقاضائے قیاس) بیان کرنا ترجیح من حیث الدرایہ کہلاتی ہے اور اس

ترجیح میں علمائے مذہب روایت کی حیثیت سے اقوال کی اسانیداور راویوں کے احوال اور ان کے ثبوت میں غور وفکر نہیں کرتے ہیں، کیوں کہ یہ اقوال و آرا روایت کی حیثیت سے ثابت ہیں۔ صرف یہ لوگ دلائل، قرائن وشوائد، عرف و مکان، احوال وکوائف کی روشنی میں کسی ایک قول کو دوسرے یا کسی ایک رائے کو دوسری رائے پر ترجیح دینے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں(۱۰)۔

مثلاً مسئلہ مزارعت میں صاحبین یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد کی رائے کو امام ابوحنیفہ کی رائے پر ترجیح دینا۔ صاحبین مزارعت کے جواز کے قائل ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس کے عدم جواز کے قائل ہیں۔

'الاختیار' میں ہے کہ مزارعت کھیتی کی بعض پیداوار پر عقد کرنا ہے۔ یہ امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک جائز ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ عقد فاسد ہے، فتوی صاحبین کے قول پر ہے(۱۱)

پھر اس کتاب کی شرح میں ہے کہ علامہ حصیری نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے مزارعت کے مسائل کی تفریع صاحبین کے اصولوں پر کی ہے، کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ لوگ اس مسئلے میں ان کے قول کو اختیار نہیں کریں گے۔

ترجیح کی یہ قسم گزشتہ ترجیح کی قسم سے زیادہ دشوار ہے، کیوں کہ اس ترجیح میں قوی فقہی ملکہ و مہارت کی ضرورت ہوتی ہے نیز ائمہ مجتہدین کے اصول وقواعد اور استنباط میں ان کے طرق و ماخذ سے مکمل واقفیت و تجربے کی حاجت ہوتی ہے تا کہ وہ صاحب ترجیح شخص ائمہ کرام کے اصول وقواعد کی روشنی میں ان کے اقوال و آرا کو ادلہ شرعیہ یعنی کتاب اللہ، سنت رسول اور اجماع امت پر پیش کرنے پر قادر ہو سکے، پھر وہ ان آرا واقوال میں سے اس قول کو اختیار کرے جو ادلہ شرعیہ کے زیادہ قریب اور قواعد واصول کے زیادہ موافق ہو(۱۲)۔

پھر علمائے مذہب میں سے اصحاب ترجیح کو زمان و مکان، عرف و عادت کا اختلاف، علمی درجات اور وسعت اطلاع کا تفاوت، بصیرت و وجدان کا فرق بسا اوقات ترجیح میں اختلاف کی جانب مؤدی ہوتا ہے، لہٰذا آپ بعض اصحاب ترجیح کو دیکھتے ہوں گے کہ کبھی وہ اس رائے کے علاوہ کسی اور رائے کو ترجیح دیتے ہیں جس کی ترجیح کے دوسرے قائل ہیں۔

مثال:

حدیث مبارک ہے کہ ”وَقت صلاۃ المغرب مالم یغب الشفق“(۱۳) (مغرب کی نماز کا وقت اس وقت تک رہتا ہے جب تک شفق غائب نہ ہو) حدیثِ مذکور میں شفق سے کیا مراد ہے؟ اس کی توجیہ میں مذہب حنفی کے علما کا اختلاف ہے۔ کیا شفق سے مراد سفیدی ہے؟ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے یہی قول مشہور ہے یا اس سے مراد سرخی ہے؟ جو صاحبین کی رائے ہے اور امام ابو حنیفہ سے بھی ایک روایت اسی کے مطابق ہے لہٰذا اس میں اصحابِ ترجیح علما کے مابین اختلاف واقع ہو گیا (۱۴) چناں چہ بعض نے سفیدی کے قول کو راجح قرار دیا اور بعض نے دوسرے قول یعنی سرخی کو راجح مانا (۱۵)۔

مذہب میں متعدد روایات اور مختلف اقوال و آرا کے درمیان ترجیح دینا اور قوی و ضعیف میں تمییز دینا مذہب حنفی کی تاریخِ تدوین میں دوسرا مرحلہ ہے، یہ سب مذہب حنفی کی توسیع کے مظاہر میں سے ایک مظہر ہے اور فقہ حنفی کی نشو ونما اور ارتقا کی جانب پیش قدمی ہے۔

☆☆☆

قائل کے لحاظ سے راجح و مرجوح قول میں

تمیز دینے کے قواعد وضوابط

بارہا ایسا ہوتا ہے کہ قائل کے مرتبہ و مقام کے پیش نظر یا علمائے اصحابِ ترجیح کے منصب و رتبے کی بنا پر مذہب حنفی میں کسی قول کو دوسرے قول پر مقدم رکھا جاتا ہے، اس لیے مَیں بعض ان قواعد وضوابط کو ذکر کروں گا جن کی روشنی میں بعض اقوال کو دوسرے اقوال پر مقدم کیا جاتا ہے۔

[ا] پہلا ضابطہ:

جب مسئلے میں احناف کے متقدمین و متاخرین فقہا کا صرف ایک قول ہو تو اسے اختیار کرنا لازم ہے (۱۶)۔ اور جب مسئلے میں دو قول یا دو روایتیں ہوں یا دو سے زائد ہوں تو پھر جس قول کو مشائخِ مذہب میں سے اصحاب ترجیح راجح قرار دیں وہ دیگر اقوال پر مقدم ہوگا خواہ وہ امام ابوحنیفہ کا قول ہو یا کسی دیگر فقیہ کا، کیوں کہ اصحاب ترجیح ایک قول کو دوسرے پر کچھ ایسے اسباب کی بنا پر ترجیح دیتے ہیں جو ان پر ظاہر ہوتے ہیں۔ مثلاً دلیل کی قوت، لوگوں کی ضرورت و احتیاط، عرف و زمانہ کی تبدیلی، ان کے علاوہ اور بھی اسبابِ ترجیح ہیں۔ لہٰذا ان کی ترجیح پر عمل کرنا اولیٰ ہے (۱۷) مگر جو اس منصب (ترجیح) کا اہل نہیں ہے اس کی ترجیح کا کوئی اعتبار نہیں اسی ضابطے کی طرف علامہ ابن عابدین نے اپنی منظوم کتاب میں ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے:

اعلم بان الواجب اتباع ما ترجیحه عن اهله قدعلما (۱۸)

جان لیجیے کہ اس (قول) کی اتباع کرنا لازم ہے جس کے بارے میں معلوم ہو کہ اہل ترجیح نے اسے راجح قرار دیا ہے۔

علامہ ابن عابدین کے قول ''عن اهله'' سے مراد اہل ترجیح ہیں اور ان کے اس قول میں یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ ہر عالم کی ترجیح کو قبول نہیں کیا جائے گا (۱۹)۔

[۲]دوسرا ضابطہ:

صریح تصحیح، التزامی تصحیح پر مقدم ہوگی۔لہٰذا مشائخِ مذہب کی صریح تصحیح کو متون میں وارد شدہ تصحیح پر مقدم رکھا جاتا ہے،اس لیے کہ متون میں موجود تصحیحات التزامی ہیں (۲۰)۔

مثال:

علامہ ابن عابدین ’’العقود الدرية في تنقيح الفتاوى الحامدية‘‘ میں لکھتے ہیں کہ:

> ان سے دریافت کیا گیا کہ جب کسی گواہ نے فیصلے کے بعد قاضی کی مجلس میں اپنی شہادت سے رجوع کرلیا اور اس نے کہا کہ مَیں نے جھوٹی گواہی دی تھی تو کیا اس گواہ کے رجوع سے فیصلہ منسوخ نہیں ہوگا اور وہ گواہ مدعیٰ علیہ کو نصف مال کا تاوان دے گا اور اسے مناسب تعزیری سزا دی جائے گی؟ تو آپ نے جواب دیا کہ اس گواہ کے رجوع سے فیصلہ فسخ نہیں ہوگا اس لیے کہ فیصلے کے بعد قاضی کی مجلس میں جب اُس نے اپنی گواہی سے رجوع کرلیا تو یہ چیز فیصلے کو فسخ نہیں کرتی ہے الخ

پھر کہا اسی طرح التنوير، البحر، البزازيه اور خلاصة الفتاویٰ میں مذکور ہے۔پھر آپ نے فرمایا کہ معتمد علیہ اول قول ہے نہ کہ دوسرا قول جو متون میں ہے اس لیے کہ متون میں تصحیح التزامی ہے اور تصحیح صریحی اس سے قوی تر ہوتی ہے(۲۱)۔

اسی طرح آزاد عاقل و بالغ پر بے وقوفی، غفلت اور قرض کی بنا پر حجر کی صحت کا مسئلہ ہے۔ ’خانیہ‘ کتاب الحیطان میں صراحتاً ہے کہ فتویٰ اسی پر ہے (یعنی ایسے شخص پر حجر لگانا درست ہے) اور القہستانی میں ہے کہ یہی مختار مذہب ہے کیونکہ یہ تصحیح صریحی ہے چنانچہ وہ تصحیح التزامی پر مقدم ہوگی یعنی اس پر مقدم ہوگی جس پر اصحاب متون قائم ہیں اور متون میں یہ ہے کہ آزاد پر حجر نہیں لگایا جائے گا اور یہ قول تصحیح التزامی ہے۔اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اصحاب متون نے صحیح کے لفظ کا التزام کیا اور وہ اکثر امام کے قول پر چلتے ہیں اور اس مسئلے میں بھی وہ امام کے قول پر ہیں، لہٰذا یہ اس کی تصحیح التزامی ہے اور جو ’’خانیہ‘‘ میں گزرا کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے یہ تصحیح صریحی ہے اسے التزامی پر مقدم رکھا جائے گا (۲۲)۔

تصحیح صریح وہ ہے جو ترجیح کے الفاظ کے ذریعے ہو مثلاً ھو الصحیح یا ھو الاصح یا ھو المعتمد یا ان جیسے الفاظ کے مشابہ کلمات سے ترجیح دی جائے (۲۳)۔

رہی تصحیح التزامی تو وہ یہ ہے کہ بغیر کسی تصریح کے مؤلف کا عمل اور اس کا منہج اس پر دلالت کرے۔ جیسے اس مؤلف کا مذہب کے صحیح مسائل کے ذکر کا التزام کرنا یا قول راجح کو مقدم رکھنا (۲۴) یا اس کی دلیل کو مؤخر کرنا یا اس سے استدلال کرنے میں اکتفا کرنا یا مخالف کے جواب کا التزام کرنا (۲۵)۔

[۳] تیسرا ضابطہ:

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کو علمائے مذہب میں سے کسی کی تصحیح یا ترجیح کی ضرورت نہیں چناں چہ جب مسئلے میں امام ابوحنیفہ کا قول پایا جائے تو اس پر عمل کیا جائے گا خواہ مشائخِ مذہب نے اس کے تصحیح کی صراحت کی ہو یا نہیں (۲۶) لیکن اس قاعدے سے درج ذیل امور مستثنی ہیں۔

جب علمائے مذہب امام اعظم کے قول کے بالمقابل کسی دوسرے قول کو راجح قرار دیں تو اس وقت امام ابوحنیفہ کے قول پر عمل نہیں کیا جائے گا۔ مشائخِ مذہب نے جس قول پر فتویٰ کی صراحت فرمائی اسے اختیار کر کے امام ابوحنیفہ کے قول کو ترک کر دیا جائے گا (۲۷)۔ اس کی مثال مسئلہ مزارعت ہے اس مسئلے میں امام اعظم کا قول یہ ہے کہ یہ عقد فاسد ہے لیکن علمائے مذہب نے صاحبین کے قول کو ترجیح دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ عقد جائز ہے لہٰذا ان علمائے مذہب کی ترجیح پر عمل ہوگا نہ کہ امام اعظم کی رائے پر۔ (۲۸)

وہ مسائل جن میں اکثر امام ابوحنیفہ کے قول کے علاوہ دیگر ائمہ مذہب کے قول کو ترجیح دی جاتی ہے اگر چہ مشائخِ مذہب نے اس کی صراحت نہ کی ہو وہ قضا وغیرہا کے مسائل ہیں، لہٰذا ان میں امام ابوحنیفہ کے قول کو کسی دوسرے فقیہ کے قول پر مقدم نہیں کیا جائے گا الا یہ کہ اس کے متعلق صراحت پائی جائے۔

[۴] چوتھا ضابطہ:

عبادات کے مسائل میں امام اعظم کے قول پر فتویٰ ہوگا۔

مثال:

ابراہیم حلبی نے 'غنیۃ المستملی' میں فرمایا کہ "کسی شہر میں صحیح وسالم جنبی (ناپاک) شخص کو

یہ اندیشہ ہو کہ اگر وہ غسل کرے گا تو ٹھنڈک کی وجہ سے مر جائے گا یا سردی اسے بیمار کردے گی تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک ایسا شخص تیمّم کرے۔ یہ صاحبین کے قول کے خلاف ہے اس لیے کہ یہ حضرات کہتے ہیں یہ صورتِ حال شہر میں شاذ ونادر ہے۔

ابراہیم حلبی کہتے ہیں حیرت ہے کہ امام اعظم کی نظر کتنی دقیق اور آپ کی فکر کتنی درست ہے! اسی امر کے پیش نظر علمائے کرام عبادات کے مسائل میں مطلقاً آپ کے قول پر فتویٰ دیتے ہیں (۲۹) (تحقیق وتلاش کے بعد یہ ہی حقیقت کھل کر سامنے آئی) جب تک کہ ان سے کوئی روایت مروی نہ ہو لیکن اس قاعدے سے (درج ذیل) چیزیں مستثنیٰ ہیں۔

الف:

وہ مسائل شرعیہ جن میں مذہب کے مشائخ وعلما نے کسی دوسرے امام کے قول کو امام ابوحنیفہ کے قول پر صراحتاً ترجیح دی تو ان مسائل میں مشائخِ مذہب کی ترجیحات کو اختیار کیا جائے گا جیسا کہ پہلے قاعدے میں یہ بات گزری۔

ب:

وہ مسائل جن میں امام اعظم سے کوئی دوسری روایت صحت کے ساتھ مروی ہو اور اس روایت کو امام اعظم کے علاوہ ائمہ مذہب میں سے کسی امام نے اختیار کیا ہو جب کہ ان مسائل میں فتویٰ ان کی مشہور روایت کے مطابق لازم آتا ہو۔ جیسے حدث کو زائل کرنے کے مسئلے میں جب کھجور کی نبیذ کے علاوہ کوئی اور چیز موجود نہ ہو تو اس میں امام اعظم سے مشہور یہ ہے کہ مبتلی نبیذ سے وضو کرے گا اور تیمّم نہیں کرے گا حالاں کہ مذہب میں فتوی اس قول پر ہے کہ ایسا شخص تیمّم کرے گا اس کے لیے نبیذ سے وضو کرنا جائز نہیں۔ یہ روایت بھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ہے جس کو امام ابو یوسف نے لیا ہے (۳۰)۔

اسی قاعدے کی طرف علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ اپنے اس قول کے ذریعے اشارہ کرتے ہیں:

فی کل ابواب العبادات رجح   قول الامام مطلقا مالم تصح
عنه رواية بها الغير اخذ   مثل تيمم لمن تمرا نبذ (۳۱)

تمام ابواب عبادات میں مطلقاً امام اعظم کے قول (پر فتوی) ہوگا جب تک کہ

ان سے کوئی دوسری صحیح روایت نہ ہو جس کو کسی (ائمہ مذہب) نے اخذ و اختیار کیا ہو جیسے کھجور کی نبیذ والے کے لیے تیمّم کرنا۔

[۵] پانچواں ضابطہ:

وہ ہے جس کو علامہ ابن عابدین نے اپنے اس قول کے ذریعے بیان کیا ہے کہ جب امام اعظم ابو حنیفہ اور صاحبین یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد بن حسن شیبانی کسی جواب پر متفق ہوں تو بغیر کسی ضرورت واحتیاج کے اس سے عدول کرنا جائز نہیں نیز جب صاحبین میں سے کسی ایک نے امام اعظم کی کسی مسئلے میں موافقت کی تو اس قول سے بھی بغیر کسی ضرورت کے عدول کرنا روا نہیں (۳۲)۔

بعض مسائل وہ ہیں جن میں ضرورت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ائمہ سابقین کی رائے سے عدول کیا جائے تو ان مسائل میں ائمہ سابقین کی رائے کو اختیار کرنا لازم نہیں اور نہ ان کے قول پر فتوی دینا ضروری ہے۔ تو ایسے مسائل میں امام ابوحنیفہ کی رائے (قول صوری) سے اس امر کی طرف عدول کرنا جائز ہے جس کو قاضی و مفتی سمجھ رہا ہے کہ ضرورت اس کی متقاضی ہے۔

مثال:

اذان و امامت، تعلیم قرآن و فقہ اور وعظ پر اجرت لینا۔ کیوں کہ ائمہ متقدمین (جن میں امام اعظم ابوحنیفہ اور صاحبین بھی شامل ہیں) کے نزدیک کتب مذہب کے ظاہر ان امور کے عدم جواز پر دال ہے۔ اس کے باوجود مذہب کے مشائخ کرام نے امور دین میں سستی و کاہلی کے ظہور کے بعد دین کی حفاظت وصیانت کی ضرورت کے پیشِ نظر ان امور میں اجرت کے جواز پر فتویٰ دیا ہے (۳۳)۔

[۶] چھٹا ضابطہ:

قضا کے مسائل میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول لیا جائے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس شعبے میں انہیں علمی و عملی تجربہ حاصل ہے (۳۴)۔

علامہ ابن عابدین اپنی کتابِ منظوم میں کہتے ہیں:

وکل فرع بالقضا تعلقا　　　قول ابی یوسف فیه ینتقی (۳۵)

قضا سے متعلق ہر فرعی مسئلے میں امام ابو یوسف کے قول کا انتخاب کیا جائے گا۔

اس قاعدے سے بعض چیزیں مستثنیٰ ہیں۔مثلا جس مسئلے میں مشائخ مذہب نے امام ابو یوسف کے علاوہ کسی دیگر امام مذہب کے قول پر صراحتاً فتوی دیا تو اس میں مشائخ مذہب کی ترجیح کا اعتبار ہوگا اگر چہ وہ قول امام یوسف کے علاوہ کسی اور کا ہو جیسا کہ کتاب القاضی الی القاضی کے مسئلے میں (اس کی صورت یہ ہے کہ لوگ قاضی کے پاس شہادت دیں کہ غلام فلاں شخص کا ہے جو اس سے بھاگ آیا ہے، اس کا اس کی بیوی کا نام اس کی قومیت بتائی جائے اور فلاں نے اس غلام کو پکڑ لیا ہے) کیوں کہ مذہب کی ظاہر الروایہ میں ہے کہ اعیان منقولہ میں اس شہادت کو قبول نہیں کیا جائے گا۔امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ غلام کے سلسلے میں قبول کر لیا جائے گا اور باندی میں یہ بات قبول نہیں کی جائے گی، اس لیے کہ باندی کے مقابلے میں غلام میں بھاگنے کا غلبہ رہتا ہے اور ان سے یہ بھی مروی ہے کہ غلام و باندی دونوں کے سلسلے میں کچھ شرائط کے ساتھ کتاب القاضی کو قبول کر لیا جائے گا اور امام محمد بن حسن شیبانی سے مروی ہے کہ جملہ اعیان منقولہ میں کتاب القاضی کو قبول کیا جائے گا۔احناف کے علمائے متاخرین نے امام محمد بن حسن شیبانی کے قول کو لیا ہے اور مذہب حنفی میں اسی قول پر فتویٰ دیا جاتا ہے حالاں کہ یہ امام ابو یوسف کی روایت کے خلاف ہے (۳۶)۔

علامہ ابن نجیم ،'البحر الرائق' اور'بزازیہ' میں فرماتے ہیں کہ علمائے متقدمین نے امام ثانی (ابو یوسف رحمہ اللہ) کے قول کو اختیار نہیں کیا۔حاجت وضرورت کے پیش نظر آج کے علمائے کرام کا ان دونوں کے جواز پر عمل ہے۔امام الاسبیجانی نے کہا''اور اسی پر فتوی ہے''۔

[۷] ساتواں ضابطہ:

ذوی الارحام کے وارث بنانے کے مسائل میں امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر فتویٰ دیا جائے گا (۳۷) جیسا کہ علامہ ابن عابدین نے 'عقود رسم المفتی' میں فرمایا:

وفی مسائل ذوی الارحام قد افتوا بما یقوله محمد (۳۸)

ذوی الارحام کے مسائل میں امام محمد بن حسن شیبانی کے قول پر علمائے کرام نے فتویٰ دیا۔

[۸] آٹھواں ضابطہ:

جب مسئلے میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول موجود ہو اور اس مسئلے میں آپ کے اصحاب میں

سے کسی کا قول بھی پایا جائے تو امام اعظم ابوحنیفہ کا قول ان کے اصحاب پر مقدم ہوگا اور اگر امام ابوحنیفہ کا قول موجود نہ ہوتو امام ابو یوسف کا قول مقدم ہوگا اگر ان کا قول پایا جائے، ورنہ امام محمد بن حسن شیبانی کا قول مقدم مانا جائے گا اور اگر امام محمد بن حسن شیبانی کا قول موجود نہ ہوتو امام زفر اور امام حسن بن زیادہ کے قول پر فتویٰ ہوگا (۳۹)۔ان دونوں (امام زفر اور امام حسن بن زیاد) حضرات کا قول درجہ و مرتبہ میں ایک ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان دونوں میں اختلاف کے وقت امام زفر کے قول کو مقدم رکھا جائے گا (۴۰)۔مذہب حنفی میں یہ تفصیل مشہور و معروف ہے۔

بعض علمائے مذہب کی رائے یہ ہے کہ (کسی مسئلے میں) جب امام ابوحنیفہ ایک جانب ہوں اور ان کے اصحاب یا صاحبین دوسری جانب ہوں اور ان کا اختلاف زمانی وعصری ہو تو ان کے اصحاب کے قول کو مقدم رکھا جائے گا ورنہ (یعنی اختلاف کے زمانی وعصری نہ ہونے کی صورت میں) مفتی کو اختیار ہے اگر چاہے تو امام اعظم کے قول پر فتویٰ دے اور اگر چاہے تو امام اعظم کے اصحاب کے قول پر فتوی دے۔ اگر دلیل کی روشنی میں ان کی رائے اس مفتی کو راجح نظر آئے (۴۱)۔دونوں رائے میں تطبیق وتوفیق بایں طور ممکن ہے کہ مذہب کے مشائخ وعلما میں جس مفتی مجتہد کو دلیل میں غور وفکر کرنے کا حق حاصل ہوتو وہ دلیل کی حیثیت سے جس رائے کو راجح سمجھ رہا ہے اسے ترجیح دے خواہ وہ امام ابوحنیفہ کا قول ہو یا ان کے اصحاب کا قول ہو اور جو مفتی دلیل میں نظر کی اہلیت نہیں رکھتا وہ تفصیل مذکور پر چلے یعنی اگر امام ابوحنیفہ کا قول موجود ہوتو اس پر عمل ہوگا ورنہ امام ابو یوسف کے قول پر۔(۴۲)۔

علامہ ابن عابدین کی رائے یہ ہے کہ مفتی مجتہد (مجتہد مطلق) کا بعد کے زمانوں میں پایا جانا مشکل ہے اور غیر مجتہد دلیل میں نظر کرنے کی راہ سے کسی قول کو دوسرے قول پر ترجیح نہیں دے سکتا، لہٰذا تفصیلِ سابق لائق عمل ہوگی لہذا امام ابوحنیفہ کے قول کو مقدم رکھا جائے گا اگر وہ موجود ہو، ورنہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول پر فتویٰ دیا جائے گا (۴۳)۔

اس تفصیلی ضابطے کو علامہ ابن عابدین نے ملخصاً اس طرح بیان کیا کہ:

وحیث لم یوجد له اختیار   فقول یعقوب هو المختار

ثم محمد فقوله الحسن   ثم زفر و ابن زیادو الحسن

وقیل بالتخییر فی فتواہ ان خالف الامام صاحباہ
وقیل من دلیلہ اقوی رجح وذالمفت ذی اجتہاد الاصح
فالان لا ترجیح بالدلیل فلیس الا القول بالتفصیل
مالم یکن خلافہ المصححا فنا خذا لذی لہم قدو ضحا (۴۴)

جہاں امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کا قولِ مختار نہ پایا جائے تو امام ابو یوسف کے قول مختار کولیا جائے گا پھر محمد بن حسن شیبانی کے قول پرفتوی ہوگا پھر امام زفر اور حسن بن زیاد کے قول کولیا جائے گا اور اگر صاحبین کا قول امام ابوحنیفہ کے قول کے بر خلاف ہوتو کہا گیا کہ مفتی مجتہد کو اپنے فتوے میں اختیار ہوگا اور یہ بھی کہا گیا کہ ایسی صورت میں اس قول کو راجح قرار دے جس کی دلیل قوی ہو۔

اس ضابطے سے کچھ باتیں مستثنیٰ ہیں:

الف:

وہ مسائل جن میں مذہب کے مشائخ نے صراحتاً کسی قول معین کو ترجیح دی ہو تو اس وقت مشائخ مذہب کی ترجیحات کولیا جائے گا اس تفصیل کے مطابق جو پہلے ضابطے کے ضمن میں گزری اسی کی طرف علامہ ابن عابدین نے مالم یکن خلافہ المصححا سے اشارہ فرمایا۔

ب:

وہ مسائل جن میں اکثر ائمہ مذہب میں سے بعض کے قول کو دوسرے بعض پر ترجیح دی جاتی ہے جیسے عبادات، قضا، ذوی الارحام کی وراثت کے مسائل جن کا ذکر ماسبق میں ہوا ان مسائل میں اعتبار اس مفتی کی رائے کا ہوتا ہے جو اکثر ان مسائل میں فتوی دیا کرتا ہے۔

[۹]نواں ضابطہ:

ضرورت یا حاجت کے پیش نظر صاحبین یا ان میں سے کسی ایک کے قول کو امام ابوحنیفہ کے قول پر ترجیح دی جائے گی مثلاً امام ابوحنیفہ کی رائے پر دی جانے والی دلیل کا کمزور ہونا جیسا کہ حج میں ہدی کے اشعار کے مسئلے میں (۴۵) یا امام اعظم کی رائے کے خلاف تعاملِ ناس ہو جیسا کہ مزارعت کے مسئلے میں (۴۶) یا حکم ان امور میں سے ہو جو زمانے کے اعتبار سے مختلف ہو جاتے

ہیں کہ اگر امام اعظم بھی اس کا مشاہدہ کرتے تو یقیناً صاحبین کی موافقت کرتے۔

مثال:

جیسے ظاہری عدالت کی بناپر فیصلہ نہ کرنا۔ یہ چیز امام اعظم کے نزدیک حدود وقصاص کے علاوہ مسائل میں جائز ہے، لہٰذا قاضی کے لیے یہ حکم ہے کہ وہ مسلمان گواہ کی ظاہری عدالت پر اکتفا کرے اور قاضی کو اس گواہ کے حال کے بارے میں سوال کرنا لازم نہ ہوگا جب کہ فریق مخالف نے اسے مطعون نہیں کیا۔ یہ چیز صاحبین کے نزدیک جائز نہیں وہ اس بات کے قائل ہیں کہ تمام حقوق میں ضرورت کے پیش نظر قاضی گواہوں کے ظاہری و باطنی احوال کے متعلق سوال کرے گا جب کہ وہ ان کے احوال سے ناواقف ہو۔ اس مسئلے میں فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے، کیوں کہ ان کا زمانہ امام اعظم کے زمانے کے بالمقابل متغیر ہو چکا تھا اور امام اعظم کے زمانے میں صلاح و خیر کی کثرت تھی ان کے دور کے بعد فسق و فجور کی بہتات ہوگئی (۴۷)۔

ان جیسے احوال میں کبھی صاحبین کے علاوہ کے قول کو راجح قرار دیا جائے گا نیز مشائخِ مذہب نے امام زفر کے قول کو من جملہ مسائل میں تمام کے قول کے مقابلے میں اختیار کیا ہے (۴۸)۔

جیسا کہ علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ نے فرمایا:

فاننا نراهمو قد رجحوا   مقال بعض صحبه وصححوا

من ذاك ما قد رجّحوا زفر   مقاله فی سبعة و عشر (۴۹)

یعنی ہم دیکھتے ہیں کہ علمائے مذہب نے امام ابوحنیفہ کے بعض اصحاب کے قول کو ترجیح دی ہے ان میں سے سترہ مسائل میں انہوں نے امام زفر کے قول کو راجح قرار دیا ہے۔

[۱۰] دسواں ضابطہ:

کسی مسئلے میں امام اعظم ابوحنیفہ یا ان کے اصحاب میں سے کسی سے کوئی روایت مروی نہیں ہے اور اس مسئلے میں متاخر مشائخ نے کوئی قول بیان کیا تو اسے اختیار کیا جائے گا اور اگر علمائے متاخرین میں اختلاف ہو تو اس قول کا اعتبار ہوگا جس کے قائل مذہب کے اکثر علمائے کبار ہوں۔ جیسے امام طحاوی، ابواللیث سمرقندی، ابوالحسن کرخی رحمہم اللہ (۵۰)۔

علامہ ابن عابدین اسی کے متعلق فرماتے ہیں:

ثــم اذا لــم تـوجـد الـروایة عـن عـلـمـائنا ذوی الدرایة
واختـلف الـذیـن قدتاخروا یـرجـح الـذی علیـه الاکثر
مثل الطحاوی وابی حفص وابی جعفر واللیث الشهیر (۵۱)

یعنی پھر جب ہمارے علما اہل درایت سے کوئی روایت نہ پائی جائے اور متاخرین علما کی آرا مختلف ہوں تو اس روایت کو راجح قرار دیا جائے گا جس کے اکثر فقہا جیسے امام طحاوی، ابو جعفر، ابواللیث سمرقندی قائل ہوں۔

اس ضابطے کو ان لوگوں کی دلیل کی عدم قوت کے ساتھ مقید کرنا زیادہ مناسب ہے جو اکثر کے مقابل میں ہو ورنہ دلیل کی اتباع کرنا اکثر لوگوں کی رائے کے مقابل اولیٰ ہے مگر یہ کہا جا سکتا ہے جس امر پر مذہب کے علمائے کبار کی آرا متفق ہو جائیں تو اس امر کے مقابلے میں زیادہ قوی دلیل ہوگی جس کی طرف قلیل تعداد میں علمائے مذہب میلان رکھتے ہیں۔

[۱۱] گیارھواں ضابطہ:

گیارھواں ضابطہ یہ ہے کہ یہ درست نہیں کہ ایک مسئلے میں کسی مجتہد کے دو صحیح قول ہوں۔ اس لیے کہ یہ امر تعارض کی جانب مؤدی ہے اور یہ ممنوع ہے۔ اس ضابطے پر یہ بات بھی متفرع ہوتی ہے کہ جب کسی مسئلے میں ائمہ مجتہدین میں سے کسی کی جانب دو یا دو سے زائد قول منسوب ہوں تو اگر قول متاخر پہچان لیا جائے تو اس کی طرف مجتہد کا رجوع مانا جائے گا اور اگر قول متاخر کا علم نہ ہو سکے تو اگر مجتہد کے ان اقوال میں سے کسی میں مجتہد سے کوئی ایسی چیز مروی ہو جو اس قول کو تقویت دے رہی ہے تو وہی قول اس مجتہد کے نزدیک صحیح ہوگا اور اگر ایسا بھی نہ ہو تو اگر مفتی ترجیحات میں سے کچھ پائے تو اس کو غیر پر راجح قرار دے گا اور اگر وہ کوئی مرجح نہ پائے تو اپنے دل کی شہادت پر عمل کرے اور جو اس کی اہلیت نہیں رکھتا ہے تو وہ مذہب کے متاخر اہل فتوی کی اتباع کرے اگر ان کے پاس اس سلسلے میں کوئی حکم پائے، ورنہ وہ اجتہاد کرے اور اہل علم سے مشورہ کرے اور جو اس کے نزدیک زیادہ درست اور احوط ہو اس پر عمل کرے (۵۲)۔

☆☆☆

دلیل کی رُو سے راجح ومرجوح قول میں

امتیاز دینے کے اصول وضوابط

مذہبِ حنفی میں دلیل میں غور وفکر کے ذریعے بعض اقوال کو بعض پر ترجیح دی جاتی ہے تو جس قول کی دلیل اقویٰ ہوتی ہے وہ دوسرے قول پر راجح ہوتا ہے اور جس قول کی استناد دلیل پر ہو وہ اس قول پر مقدم ہوگا جو دلیل کی سند سے خالی ہو۔

اس بحث میں علمائے مذہب نے جن اصول وضوابط کی صراحت فرمائی ہے وہ حسب ذیل ہیں:

[۱] پہلا ضابطہ:

بعض علمائے احناف نے اس بات کی صراحت فرمائی ہے کہ اس درایت سے عدول واعراض کرنا مناسب نہیں جس کی موافقت میں کوئی روایت ہو(۵۳) اور علما اس سے یہ مراد لیتے ہیں کہ دلیل سے اعراض وروگردانی کرنا مناسب نہیں، خصوصاً جب کہ مذہب میں کوئی روایت اس دلیل کے موافق ہو۔

یہاں علمانے فرمایا کہ جب امام ابو حنیفہ یا کسی دیگر امام سے روایتیں مختلف ہوں تو اس روایت کو لینا اولیٰ ہے جو دلیل و حجت کے اعتبار سے قوی ترین ہو(۵۴)۔ اسی کی طرف علامہ ابن عابدین نے اپنے اس قول سے اشارہ فرمایا:

لا ینبغي العدول عن درای اذا أتـی بـوفقهـا روایة (۵۵)

اس درایت سے اعراض کرنا مناسب نہیں جس کی موافقت میں کوئی روایت وارد ہو۔

[۲] دوسرا ضابطہ:

علامہ علی قاری نے جو ذکر کیا ہے وہ بھی اسی معنیٰ میں ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

جب امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے دو روایتیں پائی جائیں یا ایک روایت امام

اعظم سے ہو اور دوسری روایت صاحبین سے ہو تو راجح وہ روایت ہوگی جو احادیث مبارکہ کے موافق ہو اور جمہور علما و ائمہ کے قول کے مطابق ہو (۵۶)۔

[۳] تیسرا ضابطہ:

تیسرا ضابطہ یہ ہے کہ جب کسی مسئلے میں قیاس اور استحسان جمع ہوں تو ثانی یعنی استحسان کو راجح قرار دیا جائے گا مگر بعض مسائل اس سے مستثنیٰ ہیں (۵۷) اور یہاں رجحان کے معنیٰ راجح کے ساتھ عمل کو متعین کرنا ہے اور مرجوح کو ترک کرنا ہے۔ فخر الاسلام بزدوی رحمہ اللہ کا ظاہر کلام اس پر دال ہے کہ یہی اولیٰ ہے جب کہ مرجوح پر عمل جائز ہے (۵۸)، اسی لیے علامہ ابن عابدین نے فرمایا:

ورجحوا استحسانهم على القياس الا مسائل و ما فيها التباس (۵۹)

علما نے مجتہدین کے استحسان کو قیاس پر راجح قرار دیا ہے مگر اس سے بعض مسائل مستثنیٰ ہیں اور وہ مسائل بھی مستثنیٰ ہیں جن میں التباس ہو۔

[۴] چوتھا ضابطہ:

چند اقوال میں سے کسی ایک قول سے استدلال کرنا اس مسئلے کی ترجیح مانی جائے گی جس کے لیے استدلال کیا گیا ہے۔ جیسا کہ متعدد اقوال میں سے کسی قول کی تردید کرنا اور اس قول کی دلیل کا جواب دینا اس کے بالمقابل قول کی ترجیح مانی جاتی ہے۔

لہٰذا چند اقوال کے مابین جو قول استدلال کے ساتھ مختص ہے یا اس کے مقابل قول کی تردید کی گئی اور اس کی دلیل کا جواب دیا گیا تو ایسا قول دوسرے پر راجح ہوگا جب کہ اس کے ضعف یا اس کے مقابل کے رجحان کا کوئی دوسرا سبب نہ پایا جائے (۶۰)۔ اسی طرح اقوال میں سے کسی قول کی علت بیان کرنا اس کی ترجیح میں شمار ہوگی اس لیے کہ یہ اس قول کے ساتھ دلیل کا اہتمام اور اس پر ابھارنا ہے (۶۱)۔

اسی طرح کسی امام کی دلیل کو راجح قرار دینا اور اس امام کے مقابل کی دلیل کا جواب دینا پہلے امام کے قول پر عمل کرنے کی علامت و نشانی ہے، اگرچہ اس کے قول پر فتوے کی صراحت نہ ہو، کیوں کہ یہ ترجیح اس قول کے لیے تصحیحِ صریح کی مانند ہے (۶۲)۔

[۵] پانچواں ضابطہ:

جب صحیح حدیث موجود ہو اور حدیث پر عمل کرنا مذہب کے خلاف ہو تو وہ حدیث ہی مذہب

قرار پائے گی اور اس حدیث پر عمل کرنے والا حنفی ہونے سے خارج نہیں ہوگا (٦٣) کیوں کہ وہ عالم جو نصوص و اخبار کے معنیٰ جانتا ہے اور وہ اہل درایت میں سے ہے اور اس کے نزدیک ان نصوص و احادیث کی صحت محدثین یا ان کی معتمد و مستند، مشہور و متداول کتابوں سے ثابت ہے تو اس عالم کے لیے ان احادیث پر عمل کرنا جائز ہے اگر چہ یہ عمل اس کے مذہب کے مخالف ہو، کیوں کہ امام ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ ان سے دریافت کیا گیا کہ جب آپ نے کوئی بات فرمائی اور کتاب اللہ کے موافق نہ ہو تو امام ابوحنیفہ نے فرمایا ''کتاب اللہ اور فرمانِ رسول کے مقابلے میں میرے قول کو چھوڑ دو'' (٦٤) نیز امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ جب کوئی صحیح حدیث موجود ہو تو وہی میرا مذہب ہے (٦٥)۔ ایک دیگر مقام پر آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ سے جو حدیث مروی ہو وہ میرے سر اور آنکھ پر ہے (٦٦)۔

علامہ ابن عابدین نے امام ابوحنیفہ کے قول مذکور کو دو امر کے ساتھ مقید کیا ہے۔

الف:

یہ قول اس شخص کے لیے ہے جو نصوص میں غور و خوض کرنے کی اہلیت رکھتا ہو اور محکم و منسوخ کو پہچانتا ہو، کیوں کہ جب علمائے مذہب دلیل میں غور کر کے اس پر عمل کریں تو اس کی نسبت مذہب کی جانب کرنا درست ہے، اس لیے کہ وہ صاحبِ مذہب کے حکم سے صادر ہوا ہے کیوں کہ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ صاحب مذہب اگر اپنی دلیل کے ضعف کو جان لیتا تو اس سے رجوع کر کے اس سے قوی دلیل کی اتباع کرتا (٦٧)۔

ب:

مجتہد امام کا قول ترک کرنا اس وقت درست ہوگا جب کہ وہ مذہب میں کسی قول کے موافق ہو، اس لیے کہ بعد کے علما کو اجتہاد میں بالکلیہ اس چیز سے خروج کی اجازت نہیں دی گئی ہے جس پر ہمارے ائمہ کرام متفق ہیں اس لیے کہ ائمہ مجتہدین کا اجتہاد اس (دور حاضر کے) عالم کے اجتہاد سے قوی ترین ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ ان ائمہ مجتہدین نے کسی دلیل کو اس عالم کی رائے کے مقابلہ میں راجح سمجھا ہوگا اسی وجہ سے اس حدیث پر عمل نہیں کیا (٦٨)۔

☆☆☆

مذہب حنفی کے مشائخ کی ترجیحات کے مابین

تعارض کودور کرنے کے اصول وضوابط

کبھی مذہب حنفی کے علمائے کرام کی تصحیحات وترجیحات میں تعارض وتضاد پیدا ہو جاتا ہے، چناں چہ آپ ایک مسئلے میں ایک سے زائد قول وروایتیں پائیں گے جس میں سے ہر ایک کی تصحیح یا ترجیح ہو چکی ہوگی تو ایسی حالت میں اگر دونوں قولوں یا روایتوں میں سے ہر ایک کی تصحیح ایک ہی طریقے سے ہوئی ہو (٦٩) اور تصحیح کرنے والا ایک ہو یا ایک سے زائد ہوں اور مرتبے میں ایک درجے کے ہوں تو مفتی کو اختیار ہے کہ ان دونوں قولوں میں سے جس کو چاہے اختیار کرلے ورنہ اگر تصحیح کرنے والا ایک شخص ہے اور قول کی تاریخ کا علم ہو چکا ہو تو اخیر والی تصحیح قابل عمل ہوگی (٧٠) اور اگر یہ بھی نہ ہو تو مفتی مذکورہ اصول وضوابط کی روشنی میں کسی ایک تصحیح کو دوسرے پر ترجیح دے گا۔

پہلا ضابطہ:

جس قول کی تصحیح اقوی لفظ سے ہو وہ غیر پر راجح ہوگا پس جب دو قولوں میں سے ایک کی تصحیح لفظ صحیح سے ہو اور دوسرے کی لفظِ اصح سے ہو تو مشہور یہ ہے کہ ثانی کو اول پر ترجیح دی جائے گی نیز لفظ فتوی سے تصحیح غیر پر مقدم ہوگی۔

دوسرا ضابطہ:

تعارض کے وقت مفتی بہ قول، ظاہر الروایہ اور لفظ صحیح پر راجح ہوگا۔ ماقبل میں یہ بات گزر چکی ہے کہ جس قول کو علمائے مذہب ترجیح دیں اور اس پر فتوی ہونے کی صراحت فرمائیں وہ دوسرے اقوال پر مقدم ہوگا۔

تیسرا ضابطہ:

فتویٰ اور تصحیح میں اختلاف کے وقت ظاہر الروایہ کو ایسے غیر ظاہر الروایہ پر ترجیح دی جائے گی جس کی تصحیح کی صراحت نہ کی گئی ہو جیسا کہ اس سے پہلے ترجیح دی جاتی تھی (۷۱)۔

چوتھا ضابطہ:

جب دو تصحیح شدہ قول میں سے ایک متون میں ہو اور دوسرا شروح یا فتاوی میں ہو تو وہ قول مقدم ہوگا جو متن میں ہو جب تک کہ دوسرے اقوال ان میں سے نہ ہوں جن کی تصحیح کی صراحت موجود ہو (۷۲)۔

پانچواں ضابطہ:

جب دو تصحیحوں میں سے ایک صریح ہو اور دوسری التزامی تو صریح تصحیح پر عمل کیا جائے گا، لہٰذا وہ قول جس کی تصحیح پر علمائے مذہب صراحت کریں اس قول پر مقدم ہوگا جو مذہب کے معتمد متون میں وارد ہو جن متون میں موجود آرا و اقوال کو تصحیح التزامی کے طور پر مانا جاتا ہے۔ جیسا کہ اس سے قبل گزرا۔

چھٹا ضابطہ:

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول کو ان کے اصحاب کے قول پر مقدم رکھا جائے گا، اس لیے کہ جب دو تصحیح شدہ قول میں تعارض ہو تو دونوں قول ساقط ہو جاتے ہیں پھر ہم اصل کی جانب رجوع کرتے ہیں اور اصل امام کے قول کی تقدیم ہے۔

ساتواں ضابطہ:

جو قول مذہب کے اکثر کبار مشائخ کا پسندیدہ ہو وہ دوسرے پر مقدم ہوگا جیسا کہ تعارض سے پہلے حال تھا (۷۳)۔

آٹھواں ضابطہ:

وہ قول جس کی استناد استحسان کی جانب ہو وہ اس قول سے اولیٰ ہے جس کی بنا قیاس پر رکھی گئی ہو۔ اس قاعدہ سے بعض مسائل مستثنیٰ ہیں اس لیے کہ اصل استحسان کی تقدیم ہے سوائے چند استثنائی مسائل کے چناں چہ استحسان و قیاس میں تعارض کے وقت استحسان کی طرف رجوع کیا

جائے گا(۷۴)۔

نواں ضابطہ:

جو قول وقف کے لیے زیادہ فائدہ بخش ہو وہ دوسرے قول کی بہ نسبت اختیار کرنے کا زیادہ مستحق ہے۔

دسواں ضابطہ:

جو قول اہل زمانہ کے زیادہ موافق اور ان کے لیے زیادہ آسان ہو تو وہ دوسرے کے مقابلے میں اعتماد کے زیادہ لائق ہے۔

گیارھواں ضابطہ:

باب زکوۃ میں جو قول فقرا کے لیے زیادہ نفع بخش ہو وہ اولیٰ ہوگا(۷۵)۔

بارھواں ضابطہ:

عموماً مصلحت والے قول کو اختیار کیا جاتا ہے پس جب دو قول ہوں اور ان میں سے ایک میں وہ مصلحت ہو جو دوسرے قول میں نہیں پائی جاتی تو مصلحت والا قول اختیار وعمل کے لیے اولیٰ قرار پائے گا(۷۶)۔

تیرھواں ضابطہ:

یہ بات اپنی جگہ ثابت شدہ ہے کہ شبہات کی بنا پر حدود کو جاری کرنے سے روکا جاتا ہے، لہٰذا وہ قول جس میں حد کو دفع کرنا غالب ہو اس کے مقابل میں افضل ہوگا جس میں یہ نہ ہو لہٰذا تصحیح کے اختلاف کے وقت ایسے قول پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔

چودھواں ضابطہ:

جب صحیح اقوال حلت وحرمت کے درمیان دائر ہوں تو جانبِ حرمت کو اختیار کرنا اولیٰ واحوط ہے(۷۷)۔

پندرھواں ضابطہ:

علمائے مذہب میں سے جس عالم کے پاس دلیل میں غور وخوض کرنے کی اہلیت ہو، جب اس

کے نزدیک دو تصحیح شدہ قولوں میں سے کوئی ایک اقوی ہو تو اس پر عمل کرنا اولیٰ ہے(۷۸)۔

سولھواں ضابطہ:

اسی طرح وہ قول جس کی دلیل زیادہ واضح و ظاہر ہو اس قول پر مقدم ہوگا جو اس طرح واضح و ظاہر نہ ہو(۷۹)۔

خلاصۂ کلام یہ ہے جب دو قولوں میں سے کسی ایک کے لیے دوسرے پر ترجیح دینے والا سبب موجود ہے، پھر مشائخ کرام نے ان دونوں میں سے ہر قول کی تصحیح کردی تو مناسب یہ ہے کہ اس قول کو اختیار کیا جائے جس کے لیے کوئی ترجیح دینے والا سبب موجود ہو اس لیے کہ وہ مرجح تصحیح کے بعد بھی رہے گا لہٰذا اس قول میں قوت کی وہ زیادتی ہوگی جو دوسرے میں نہیں پائی جائے گی (۸۰)۔

متذکرہ بالا ضابطوں کی جانب علامہ ابن عابدین نے اپنے درج ذیل قول سے اشارہ فرمایا ہے:

وان تجد تصحیح قولین ورد	فاختر لما شئت فکل معتمد
الا اذا کانا صحیحا واصح	اوقیل ذا یفتی به فقد رجح
او کان فی المتون اوقول الامام	او ظاهرالمروی او جل العظام
قال به او کان الا ستحسانا	او زاد للاوقاف نفعابانا
او کان ذا اوفق للزمان	او کان ذا اوضح فی البرهان
هذا اذا تعارض التصحیح	اولم یکن اصلا به تصریح
فناخذ الذی له مرجّح	مما علمته فهذا الاوضح (۸۱)

☆☆☆

جب خبر واحد قیاس کے مخالف ہو

اس بحث میں ہم نے اس بات کا قصد کیا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق جو باتیں ایسی منسوب کردی گئیں ہیں جن کا مذہب حنفی کی روح اور اس کے مصادر اصلیہ سے کوئی تعلق نہیں ہے اور امام ابوحنیفہ کا دامن جس سے بری ہے، اس کو ہم واضح کریں۔

لوگوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے خلاف فساد برپا کیا اور ان پر طعنہ زنی کی کہ وہ قیاس کو خبر واحد پر مقدم رکھتے ہیں۔ یہ بات امام اعظم پر بہتان ہے جس کی نقل ان سے صحیح نہیں ہے بلکہ امام اعظم سے بہت سی روایات کے ذریعے یہ بات ثابت ہے کہ وہ خبر واحد کو بغیر کسی تفصیل کے قیاس پر مقدم رکھا کرتے تھے۔

جی ہاں! ائمہ احناف میں سے ایک گروہ قیاس کو خبر واحد پر مقدم رکھنے کا اس صورت میں قائل ہے جب کہ قیاس وخبر من کل وجوہ متعارض ہو اور خبر واحد کا راوی غیر فقیہ ہو۔ جیسا کہ اس کی تفصیل ان شاء اللہ آئندہ آئے گی، لیکن محققین ائمہ احناف نے اس رائے کی بھی بھرپور تردید کی ہے اور اس پر جدت واحداث کا حکم لگایا ہے نیز ائمہ ثلاثہ سے اس کے عدم ثبوت کی صراحت ہے۔

بعض وہ خبریں جو خبر واحد کی تقدیم کے سلسلے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہیں۔

علامہ صیمری نے 'اخبار ابی حنیفة واصحابه' (۸۲) میں علامہ ابن عبدالبر نے 'الانتقا' (۸۳) میں امام بیہقی نے 'المدخل الی السنن الکبریٰ' (۸۴) میں خطیب بغدادی نے 'التاریخ' (۸۵) میں الموفق نے 'المناقب' (۸۶) میں لکھی ہیں، یہ حضرات عبید بن قرہ سے روایت کر رہے ہیں وہ کہتے ہیں میں نے یحییٰ بن ضریس کو فرماتے سنا ہے یحییٰ بن ضریس کہتے ہیں کہ میں سفیان ثوری کے پاس حاضر تھا کہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ آپ ابوحنیفہ

پر ملامت کیوں کرتے ہو؟ سفیان ثوری نے کہا ان کا کیا حال ہے؟ تو وہ شخص کہتا ہے مَیں نے ابوحنیفہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں کتاب اللہ کو لوں گا (یعنی کتاب اللہ سے مسائل اخذ کروں گا) پس جو چیز مَیں اس میں نہیں پاؤں گا تو وہ سنت رسول اکرم ﷺ سے اخذ کروں گا اور اگر مَیں نے کوئی مسئلہ نہ کتاب اللہ میں پایا اور نہ سنت رسول اللہ میں، تو میں حضور نبی کریم ﷺ کے اصحاب کے قول کو اختیار کروں گا۔ صحابہ کے اقوال میں سے قول راجح کو لوں گا اور مرجوح کو چھوڑ دوں گا لیکن ان کے اقوال کے سوا کسی اور کے قول کی جانب خروج نہیں کروں گا۔

لہٰذا جب کسی مسئلے کی انتہا ابراہیم نخعی، امام شعبی، ابن سیرین، حسن، عطا، سعید بن المسیب رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جانب ہوگی تو اس گروہ نے بھی اجتہاد کیا، لہٰذا ان کی مانند میں بھی اجتہاد کروں گا (۸۷)۔

امام سیوطی نے 'تبییض الصحیفة' میں ابن المبارک سے روایت کی ہے کہ مَیں نے ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب نبی کریم ﷺ سے کوئی حدیث مروی ہو تو وہ میرے سر اور آنکھ پر ہے اور جب اصحاب نبی کریم رضوان اللہ علیہم اجمعین سے کوئی بات مروی ہو تو مَیں ان کے اقوال میں سے کسی ایک قول کا انتخاب کروں گا اور جب تابعین سے اقوال مروی ہوں تو ہم تابعین کے مزاحم و مدمقابل ہیں (یعنی ان کی مانند مجھے بھی اجتہاد کا حق ہے) (۸۸)۔

یہ متذکرہ بالا نصوص دو امور پر دلالت کر رہے ہیں:

[۱] پہلا یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ مطلقاً حدیث کو قیاس پر مقدم رکھا کرتے تھے خواہ راوی حدیث فقیہ ہو یا نہ ہو اور ان سے فقیہ و غیر فقیہ راوی کے مابین تفریق ثابت نہیں۔ جیسا کہ علامہ عبدالعزیز بخاری (۸۹)، علامہ کاکی (۹۰)، ابن نجیم (۹۱) اور دیگر علما نے اس سے استدلال کیا ہے۔

[۲] دوسرا امر یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ صحابی کے قول کو حجت و دلیل سمجھتے تھے۔ نص کے مقابل قیاس کو مقدم رکھنے کا طعن جب خود امام ابوحنیفہ تک پہنچا تو آپ نے اس کی پُرزور تردید فرمائی جس کو الموفق مکی نے 'المناقب' نعیم بن عمرو کی سند سے روایت

کیا(۹۲)۔نعیم بن عمرو نے کہا کہ انہوں نے ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ لوگوں پر تعجب ہے کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ مَیں رائے وقیاس کی روشنی میں فتویٰ دیتا ہوں حالاں کہ مَیں صرف اثر وحدیث کی بنیاد پر فتویٰ دیتا ہوں۔

امام حافظ محمد بن حسن شیبانی اپنی تالیف 'الحجة علی اهل المدینة' (۹۳) میں رمضان میں سہواً کھانے پینے کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ نے فرمایا:

لو لا ماجاء فی هذا من الاثار لامرت بالقضاء

اگر اس سلسلے میں آثار واحادیث نہیں وارد ہوتی تو مَیں قضا کا حکم دیتا۔

نیز ابن حزم اندلسی 'الاحکام' (۹۴) میں لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کا قول ہے کہ خبر مرسل اور رسول انور ﷺ سے مروی بسند ضعیف حدیث بھی قیاس سے اولیٰ ہے اس کی موجودگی میں قیاس کرنا جائز نہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ سے مروی یہ نصوص ببانگ دہل یہ اعلان کر رہے ہیں کہ وہ حدیث کو قیاس پر مقدم رکھا کرتے تھے۔ان نصوص سے حدیث واثر کی جانب ان کی انتہائی توجہ بھی ظاہر ہوتی ہے وہ حدیث کو قیاس پر مقدم رکھا کرتے تھے،اگر چہ وہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو اور اس بات کی ائمہ کرام نے شہادت دی ہے اور اس پر ان کی تعریف کی ہے۔

☆☆☆

[امام اعظم کی رائے اختیار کرنے والے اصحاب]

وہ ائمہ احناف جنہوں نے امام ابوحنیفہ کی رائے کو اختیار کیا اور مطلقاً حدیث کو قیاس پر مقدم رکھا:

گذشتہ صفحات میں ہم پر یہ واضح ہوگیا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بغیر کسی تفصیل کے خبر کو قیاس پر مقدم رکھا کرتے تھے تو یہ بات بھی جان لی جائے کہ ان کے تینوں اصحاب امام زفر بن ہذیل، امام ابویوسف، امام محمد بن الحسن شیبانی اس رائے میں امام ابوحنیفہ کی موافقت کرتے ہیں۔

خطیب بغدادی اپنی کتاب 'الفقیہ والمتفقہ' (۹۵) میں اپنی سند سے امام زفر سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا ہم رائے و قیاس کو اس وقت لیں گے جب کہ اثر موجود نہ ہو اور جب کوئی اثر و حدیث آجائے تو ہم رائے و قیاس کو چھوڑ دیں گے۔

امام ابویوسف علیہ الرحمہ آثار صحابہ کو بھی قیاس پر مقدم رکھا کرتے تھے تو آپ حدیث رسول کے حوالے سے ان کے متعلق کیا گمان رکھتے ہیں؟ (۹۶)

امام جصاص اپنی تصنیف 'الفصول فی الاصول' (۹۷) میں فرماتے ہیں کہ امام ابوالحسن کرخی اکثر فرمایا کرتے تھے کہ مَیں نے بہت سے مسائل میں امام ابویوسف کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قیاس تو یہ (کہتا) ہے لیکن مَیں نے اسے اثر کی وجہ سے ترک کردیا۔

امام محمد بن حسن شیبانی اپنی کتاب 'الحجة علی اهل المدینة' (۹۸) میں قہقہے سے وضو کے ٹوٹنے کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر اس سلسلے میں آثار نہیں ہوتے تو قیاس وہی تھا جو اہل مدینہ نے کہا، لیکن اثر کی موجودگی میں قیاس کی کوئی حیثیت نہیں۔ آثار کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ضروری ہے۔

اس عظیم کتاب میں ایک دوسرے مقام پر آپ فرماتے ہیں کہ اس سلسلے میں آثار بہ کثرت وارد ہوئے ہیں اور یہ امر متفق علیہ ہے اس میں علما کے مابین کوئی اختلاف و نزاع نہیں۔ سوائے

اس شخص کے جس نے اپنی رائے کے مطابق کہا اور آثار کو اپنے پس پشت پھینک دیا (۹۹)۔

جس نے اس کتاب کا مطالعہ کیا اس نے امام محمد کا آثار کے ساتھ اعتنا جان لیا اور نص کے سامنے قیاس کی مذمت بھی۔ بغیر کسی قید کے مطلقاً خبر کا قیاس پر مقدم رکھنا اس رائے کو ائمہ احناف کے بہت سے محققین علما نے اختیار کیا ہے۔ یہاں ہم ان کی عبارتیں نقل کیے بغیر صرف ان کے اسمائے گرامی کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں اگر چہ ان کی عبارتوں کا ذکر فائدے سے خالی نہیں ہے:

[۱] الموفق مکی (۱۰۰)

[۲] الکاکی (۱۰۱)

[۳] قرشی (۱۰۲)

[۴] تفتازانی (۱۰۳)

[۵] ابن ملک (۱۰۴)

[۶] ابن نجیم (۱۰۵)

[۷] ازمیری (۱۰۶)

ان کے علاوہ اور بھی ثقات ائمہ کرام ہیں۔

اب ہم مذہب ابو حنیفہ میں خبر واحد لینے کی شرطوں کا خلاصہ پیش کرتے ہیں:

[۱] پہلی شرط:

عہد صحابہ میں اس حدیث سے استدلال متروک نہ ہو بایں طور کہ کسی ایسے مسئلے میں اختلاف ظاہر ہوا جس میں حدیث وارد ہے مگر صحابہ میں سے کسی نے اس سے استدلال و احتجاج نہیں کیا (۱۰۷)۔ وہ اس لیے کہ کتاب اللہ کے بعد جن لوگوں کی طرف رجوع کیا جاتا ہے ان میں صحابہ کرام اولیٰ و افضل ہیں اور وہ سنت رسول سے اعراض و کتمان میں لوگوں میں سب سے زیادہ دور ہیں، لہٰذا صحابہ کا کسی ایسی حدیث سے استدلال کو ترک کرنا جو مختلف فیہ مسئلے کے متعلق ہو اس بات پر دال ہے کہ بعد میں جن حضرات نے اس حدیث کو روایت کیا ہے ان سے سہو ہوا ہے یا یہ حدیث منسوخ ہے، کیوں کہ اگر یہ حدیث ثابت ہوتی تو صحابہ عظام اسے دلیل بنانے سے اعراض و روگردانی نہیں کرتے۔ اس کی مثال میں امام سرخسی نے (۱۰۸) اس حدیث کو پیش کیا ہے جو

رسول انورﷺ سے مروی ہے کہ:

الامن ولی یتیماً له مال فلیتجر له فیه ولا یترکه تا کله الزکاة

یعنی خبردار! جو شخص ایسے یتیم کا ولی ہو اجس کے پاس مال ہے تو وہ شخص اس مال میں یتیم کے لیے تجارت کرے اور اس مال کو ایسے ہی نہ چھوڑ رکھے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی اسے ختم کردے۔

بچے کے مال میں وجوب زکوٰۃ کے سلسلے میں اختلاف مشہور ہے (بعض علما بچے کے مال میں زکوۃ کے وجوب کے قائل ہیں اور بعض عدم جواز کے قائل ہیں احناف کا موقف عدم جواز کا ہے) اس کے باوجود صحابہ کا اس حدیث سے استدلال نہ کرنا مشہور و معروف ہے۔

[۲] دوسری شرط:

دوسری شرط یہ ہے کہ بعض فقہا صحابہ کا عمل اس حدیث کے خلاف نہ ہو کہ ان جیسے اہل علم فقہا صحابہ سے وہ حدیث مخفی نہیں رہ سکتی۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہﷺ کی صحیح حدیث کی مخالفت صحابہ کرام میں سے کسی سے متوقع نہیں جب کہ حدیث ان امور میں سے ہو کہ ان فقیہ صحابہ پر اس کے مثل حدیث مخفی نہیں رہ سکتی، اس کے باوجود بعض صحابہ کا اس حدیث کے برخلاف عمل کرنا اس بات پر شاہد ہے کہ حدیث ان کے نزدیک منسوخ ہے یا غیر وجوب پر محمول ہے (۱۰۹)۔

مثال:

امام سرخسی (۱۱۰) نے اس کی مثال میں مندرجہ ذیل روایت پیش کی کہ غیر شادی شدہ نے زنا کیا تو اس پر سو کوڑے اور ایک سال کا جلاوطن ہے اور شادی شدہ نے زنا کیا تو سو کوڑے اور رجم ہے۔لیکن خلفائے راشدین سے صحت کے ساتھ یہ ثابت ہے جیسا کہ امام سرخسی فرمایا کہ:

سو کوڑے اور رجم دونوں کے جمع پر صحابہ کرام کا اتفاق نہیں ہے، حالاں کہ ان حضرات پر اس جیسی حدیث مخفی نہیں رہ سکتی تو یہ حدیث منسوخ ہوگی یا غیر وجوب پر محمول ہوگی۔

[۳] تیسری شرط:

راویٔ حدیث عدالت، حسن ضبط وحفظ کے علاوہ فقاہت اور رائے واجتہاد کے ساتھ معروف ہو۔ جیسے خلفائے راشدین، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، معاذ بن جبل، عائشہ اور وہ دیگر صحابہ جو فقہ واجتہاد میں مشہور ہیں تو وہ اخبار آحاد جو شرطوں کو پوری کرنے والی ہوں ان متذکرہ صحابہ یا ان جیسے حضرات سے مروی ہوں وہ وجوب احکام کی بنا رکھنے میں حجت و دلیل ہیں اور ایسی احادیث قیاس پر مطلقاً مقدم ہوں گی۔ خواہ وہ قیاس کے موافق ہوں یا مخالف۔ اگر قیاس کے موافق ہوں تو اس سے احادیث کی تائید ہوگی اور اگر مخالف ہوں تو احادیث پر عمل ہوگا اور قیاس کو چھوڑ دیا جائے گا۔ رہے وہ راوی جو فقہ واجتہاد میں مشہور ومعروف نہیں ان کی روایت کردہ حدیث اگر قیاس کے موافق ہو تو قابل عمل ہوگی اور اگر مخالف ہو تو اگر ائمہ کرام نے اسے قبول کر لیا یا اسے امت کی تلقی بالقبول حاصل ہوگئی تو وہ بھی لائق عمل ہوگی، ورنہ ضرورت کے وقت شرعی صحیح قیاس اس روایت پر مقدم ہوگا وہ اس لیے کہ روایت بالمعنیٰ صحابہ کے مابین مشہور ہے اور بسا اوقات غیر فقیہ اپنی فہم پر اعتماد کرتے ہوئے کسی لفظ کے ساتھ معنیٰ کی ادائیگی میں کوتاہی کر بیٹھتا ہے جس سے فقیہ راوی محفوظ رہتا ہے (۱۱۱)۔

احناف کے نزدیک یہ موقف مشہور ہے اور یہی عیسیٰ بن ابان رحمہ اللہ کا مذہب ہے۔ قاضی ابو زید وموسیٰ وغیرہ نے اس کو اختیار کیا ہے اور بہت سے علمائے احناف نے اس کی اتباع کی ہے (۱۱۲)۔ رہے وہ حنفی اصول جو اصول ابوالحسن کرخی کے نام سے مشہور ہیں اور جن علمائے احناف نے اصول کرخی کی اتباع کی ہے ان کا موقف یہ ہے کہ قیاس پر حدیث کی تقدیم کے لیے راوی کا فقیہ ہونا شرط نہیں ہے بلکہ حدیث کتاب اللہ اور سنت مشہورہ کے خلاف نہ ہو تو وہ مطلقاً قیاس پر مقدم رہے گی خواہ راوی فقیہ ہو یا غیر فقیہ اس رائے کو ابن نجیم (۱۱۳) وغیرہ (۱۱۴) نے راجح قرار دیا ہے۔

[۴] چوتھی شرط:

راوی اپنی بیان کردہ روایت کو جاحداً یا ناسیاً انکار نہ کرے کیوں کہ اس راوی کا انکار اس کے حق میں حجت ودلیل ہے اور اس انکار کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ سے اس حدیث کا اتصال منقطع ہو جاتا ہے (۱۱۵) اس کی مثال رسول اللہ ﷺ سے مروی درج ذیل حدیث ہے کہ:

ايما امرأة نكحت بغير اذن وليها فنكاحها باطل.

جس عورت نے بغیر اپنے ولی کی اجازت کے نکاح کیا تو اس کا نکاح باطل ہے۔

اس حدیث کو سلیمان بن موسی نے زہری سے انہوں نے عروہ سے انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ سے مرفوعاً روایت کیا کہ ابن جریج رحمہ اللہ نے امام زہری سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے اس سے لاعلمی کا اظہار کیا۔

[۵] پانچویں شرط:

راوی کا عمل یا اس کا فتویٰ اپنی بیان کردہ روایت کے خلاف نہ ہو الا یہ کہ تاریخ کا علم نہ ہو یا یہ جان لیا جائے کہ یہ عمل یا فتویٰ سماعِ حدیث سے پہلے کا ہے (۱۱۶)۔ وہ اس لیے کہ اپنی بیان کردہ روایت کے خلاف راوی کا عمل یا اس کا فتویٰ درج ذیل امور سے خالی نہیں، یا تو یہ غفلت ونسیان کی بنا پر ہوگا یا سستی وعدم توجہ کی وجہ سے ہوگا یا راوی حدیث نسخ یا تخصیص یا اس کے معارض کا علم رکھتا ہے یا اس بنا پر کہ وہ حدیث وجوب کے لیے مفید نہ ہو اور وہ راوی اس کو دوسرے کے مقابلے میں زیادہ جانتا ہے، ان تمام صورتوں میں حدیث وجوب پر دلیل نہیں بنے گی۔

مثال:

اس کی مثال میں امام سرخسی (۱۱۷) نے ابو ہریرہ کی بیان کردہ مرفوع حدیث پیش کی کہ:

اذا شرب الكلب فی اناء احدكم فليغسله سبعا

جب کتا تم میں سے کسی کے برتن میں منہ ڈال دے تو اسے سات مرتبہ دھوؤ۔

اور ابو ہریرہ کا فتوی یہ ہے کہ جب کتا برتن میں منہ ڈال دے تو اس پانی کو بہا دو اور برتن کو تین مرتبہ دھولو۔ پس اس کی وجہ یہ ہے کہ ابو ہریرہ کو حدیث کے نسخ کا علم ہو گیا یا تین مرتبہ پر جو زائد ہے وہ منسوخ ہے۔

نیز حضرت عائشہ سے مروی حدیث ہے کہ جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر لے اس کا نکاح باطل ہے، حالاں کہ خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ نے حفصہ بنت عبدالرحمٰن کا منذر بن زبیر رضی اللہ عنہ سے نکاح کرایا، حالاں کہ عبدالرحمٰن شام میں موجود نہیں تھے اس سے حدیث کا نسخ ظاہر ہو گیا۔

[٦] چھٹی شرط:

وہ حدیث اس امور میں نہ ہو جو شبہات کی بنا پر دفع کر دیئے جاتے ہیں۔ مثلاً حدود وغیرہ، وہ اس لیے کہ خبر واحد ظن غالب کا فائدہ دیتی ہے نہ کہ یقین کا اور ظن غالب مرتبے میں شبہ کے ہے جو منافی ہے اس امر کے جو شبہات کی وجہ سے رفع کر دیے جاتے ہیں (۱۱۸)۔

اس شرط میں علمائے احناف کا اختلاف ہے اس شرط کا اعتبار امام کرخی اور ان کے متبعین علما سے منقول ہے اور امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ وہ خبر واحد کو ان امور میں قبول کرتے ہیں جو شبہات کی بنا پر رفع کر دیے جاتے ہیں۔ اس موقف کو امام ابو بکر رازی رحمہ اللہ وغیرہ نے اختیار کیا ہے۔ (۱۱۹)

[۷] ساتویں شرط:

وہ حدیث عموم بلوی جیسے امر میں غریب نہ ہو کیوں کہ اس امر کی بار بار ضرورت پیش آتی ہے اس حدیث کی معرفت عوام وخواص کی حاجت ہو اور اس حدیث کے نقل کے دواعی بطریق شہرت واستفاضہ موجود ہوں اور فقہائے کرام کے گروہوں کے نزدیک اس حدیث کی شہرت کے اسباب ہوں، ورنہ اس حدیث سے وجوب ثابت نہ ہوگا۔ الا یہ کہ اسے امت کی تلقی بالقبول حاصل ہو۔ اس لیے کہ عموم بلوی جیسے امر میں کوئی حادثہ واقع ہوا اور اس واقعے کے متعلق حضور نبی کریم ﷺ سے کوئی قول یا فعل صادر ہوا ہو تو ظاہر ہے کہ یہ فعل وقول راوی حدیث کے علاوہ دیگر لوگوں پر مخفی نہیں ہوگا کیوں کہ عادت اس کے نقل کے استفاضہ وشہرت کی متقاضی ہے اور جب وہ حدیث صدر اول میں مشہور نہیں ہوئی اور شدت حاجت اور عموم بلوی کے باوجود بعض روات اس کے نقل میں منفرد ہیں تو ہم نے جان لیا کہ حدیث سہو پر مبنی ہے یا منسوخ ہے اور سہو یا منسوخ جیسی حدیث تکلیفی احکام کے ادنیٰ درجے کے لیے بھی دلیل نہیں بن سکتی، چہ جائے کہ وجوب کے لیے دلیل بن جائے (۱۲۰)۔

مثال:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مرفوعاً حدیث مروی ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیز سے وضو کرو۔ اس حدیث کے اگرچہ بعض شواہد موجود ہیں مگر یہ صدر اول میں حاجت کے بقدر مشہور نہیں

ہوئی، حالاں کہ آگ پر پکی ہوئی اشیا کے استعمال میں عموم بلوی اور اس کے حکم کی معرفت کی شدید ضرورت پیش آتی ہے۔ مزید یہ کہ یہ حدیث آگ پر پکی ہوئی چیز سے وضو کے وجوب کے لیے بھی مفید نہیں۔

[۸] آٹھویں شرط:

وہ حدیث ان متفق علیہ اصول سے علیحدہ نہ ہو جو علما کے نزدیک اجماعی ہیں۔ ان اصول کو فقہائے کرام نے کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور صحابہ کرام کے فیصلوں سے مستنبط کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ فقہائے کرام نے نصوص شرع اور صحابہ کے فیصلوں میں بالاستعاب انتہائی تحقیق وتفحص سے کام لیا اور اس میں موجود علما کے قبول کردہ منصوص نظائر کو ان اصول وقواعد کی جانب لوٹایا جو ان نظائر کے جامع ہیں اور یہ نظائر ان اصول وقواعد کے تحت مندرج ہوتے ہیں حتی کہ علما کے پاس بعض نظائر جمع ہو گئے جو مصدر ومنبع کی حیثیت سے قوی ہیں۔ چناں چہ علما نے ان نظائر کو ایسے مسلمہ اصول قرار دیا جن پر وہ اخبار آحاد کو پیش کرتے ہیں۔ پس جو حدیث ان اصول وقواعد سے منحرف اور شاذ ہوتی اسے فقہائے کرام نے اس حدیث کے بالمقابل سمجھا جو ثبوت کے لحاظ سے اس سے قوی تر ہے، لہٰذا انھوں نے اس خبر واحد کو ترک کر دیا اور دو دلیلوں میں قوی تر پر عمل کرتے ہوئے حکم کی بنیاد اس حدیث مذکور پر نہیں رکھی۔ اکثر اس جیسے شذوذِ معنوی کا سبب روایت بالمعنی کا رواج ہوتا ہے اور کبھی بعض راویوں کا اصل معنی میں کسی دیگر چیز کے ساتھ مخل ہونا بھی حدیث کے شاذ ہونے کا سبب ہے۔ چناں چہ فقہائے کرام احادیث وآثار کی چھان پھٹک اور اصول واحادیث کے مابین جمع وتطبیق کرتے ہوئے اس حدیث کو ان اصول پر پیش کرتے ہیں جو ان کے نزدیک ثابت شدہ ہیں۔ (۱۲۱)

☆☆☆

معتمد علیہ کتابیں اور مذہبِ حنفی کی اہم اصطلحات

بہت سے طالبانِ علم یہ گمان کرتے ہیں کہ ہر وہ کتاب جس کو کسی عالم نے اپنے اس مذہب میں لکھا جس کی جانب وہ منسوب ہے تو وہ کتاب اسی مذہب کی صدفی صد ترجمانی کرتی ہے، یہی سبب ہے کہ کتاب میں جو بھی احکام ہیں وہ اسی مذہب کی جانب منسوب کر دیے جاتے ہیں، حالاں کہ کبھی وہ اقوال مرجوح ہوتے ہیں یا ان سے رجوع ہو چکا ہوتا ہے۔ چناں چہ از روئے تحقیق یہ ضروری ہے کہ مذہب کی طرف کوئی قول منسوب کرنے سے پہلے اس کی معتمد علیہ کتابوں کی جانب رجوع کر لیا جائے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اصحاب نے ان کی فقہ ہماری طرف نقل کی۔ اس فقہ کی تدوین امام محمد بن حسن شیبانی نے ان روایات میں سے کی جس کو انہوں نے یا تو خود امام ابوحنیفہ سے روایت کیا یا امام ابو یوسف کے واسطے سے روایت کیا اور کبھی ایسا ہوتا کہ وہ کتاب تالیف کر کے امام ابو یوسف پر پیش کرتے۔

وہ کتابیں اولیٰ ہیں جن کو امام محمد بن حسن شیبانی نے جمع کیا وہ کتابیں امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے کلام کی جامع ہیں۔ چناں چہ اس وقت مذہب ان ہی اقوال کے مجموعہ کا نام ہے(۱۲۲) اور ان اقوال کو ظاہر الروایۃ کے نام سے موسوم کیا گیا۔ یہ کل چھ کتابیں ہیں:

[۱] المبسوط یا الاصل

[۲] الجامع الصغیر

[۳] الجامع الکبیر

[۴] السیر الصغیر

[۵] السیر الکبیر

[٦] الزیادات

ان کتابوں کا نام ظاہر الروایۃ اس لیے رکھا گیا کہ یہ امام محمد سے ثقہ حضرات کی روایت کے ساتھ مروی ہیں اور وہ روایتیں یا تو متواتر ہیں یا مشہور۔ حاکم شہید نے ظاہر الروایۃ کی کتابوں کو ایک کتاب میں جمع کیا اور اس کا نام 'الکافی' رکھا۔ امام سرخسی نے اپنی تصنیف 'المبسوط' میں اس کی شرح کی۔ یہ کتاب احناف کے نزدیک معتمد علیہ کتابوں میں شمار ہوتی ہے۔

امام محمد کی باقی کتابیں اور امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے دیگر تلامذہ کی کتابیں غیر ظاہر الروایۃ کے نام سے جانی جاتی ہیں، کیوں کہ باقی کتابیں بطریق آحاد وارد ہوئی ہیں، نہ کہ تواتر یا شہرت کے ساتھ (۱۲۳)۔ جیسے الجرجانیات، الکیسانیات، الہارونیات، النوادر، الرقیات۔ حسن بن زیاد کی 'المجرد'، امام ابویوسف کی 'الامالی' وغیرہ (۱۲۴) اور وہ کتابیں جو اس دور میں لکھی گئیں غیر ظاہر الروایۃ کہلاتی ہیں۔

امام محمد بن حسن شیبانی کی کتابیں مذہب ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے مذہب کی اساس و بنیاد ہیں یہ وہی کتابیں ہیں جن کے ساتھ علمائے احناف نے ہر دور میں شرح و بیان کے اعتبار سے شغل رکھا ہے اور اسی پر نئے مسائل کی بنیاد رکھی ہے۔ رہے وہ فتاویٰ و واقعات تو وہ ایسے مسائل ہیں کہ جب علمائے متاخرین سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے اس کا استنباط و استخراج کیا اور انہوں نے مذہب کے متقدم علمائے اہل مذہب سے کوئی روایت نہیں پائی۔ جیسے مجموع النوازل، امام ناطفی کی واقعات صدر وغیرہ کے واقعات وغیرہ۔

☆☆☆

حواشی

[۱] (الف)الفتاوی التاتارخانیه: ج۱/ص۸۳۔

(ب)التصحیح والترجیح: ص۱۲۵۔

(ج)الفتاویٰ الخیریة: ج۲/ص۲۳۱۔

[۲] شرح عقود رسم المفتی: ص۲۵،۲۶۔

[۳] (الف)الصحاح:مادہ،رجح۔

(ب)المصباح المنیر :مادہ،رجح۔

[۴] ابو حنیفه حیاته وعصره : ابوزہرہ،ص۲۹۵۔

[۵] (الف)تاریخ التشریع : خضری ص۲۲۴،۲۲۵۔

(ب)المدخل للفقه الاسلامی : دکتور حسن علی شاذلی،ص۲۹۵۔

[۶] (الف)التقریر والتحبیر: ج۳/ص۳۳۴۔

(ب)ابو حنیفه حیاته وعصره: ابوزہرہ،ص۳۹۱۔

(ج)تاریخ الفقه: سایس،ص۱۱۵۔

[۷] (الف)حاشیة ابن عابدین: ج۴/ص۲۲۴۔

[۸] (ب)البحرالرائق: ج۱/ص۲۴۰۔

[۹] (الف) حاشیة ابن عابدین: ج۴/ص۲۲۴۔

(ب)غمز عیون البصائر: ج۱/ ۲۴۷،۲۴۸۔

[۱۰] (الف)تاریخ التشریع : خضری ص۲۲۵۔

(ب)تاریخ الفقه : سایس،ص۱۱۵۔

(ج)المدخل للفقه الاسلامی: دکتور حسن علی شاذلی،ص۲۹۵۔

[۱۱] الاختیار لتعلیل المختار: ج۳/ص۴۷۔

[۱۲] (الف)تاریخ الفقه: سایس،ص۱۱۵۔

(ب) تاریخ التشریع: خضری،ص۲۲۵۔

(ج) المدخل للفقه الاسلامی: ص۲۹۵۔

[۱۳] صحیح مسلم: کتاب المساجد،باب اوقات الصلوات الخمس۔

[۱۴] (الف)فتح القدیر: ج۱/ص۲۲۲،۲۲۳۔

(ب)التصحیح والترجیح: ص۱۵۶۔

[۱۵] شرح وقایہ: ج۱/ص۱۰۵/ پر ہے"مغرب کا وقت شفق کے ڈوبنے تک ہے اور صاحبین کے نزدیک شفق سے مراد سرخی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک شفق سے مراد سفیدی ہے۔

[۱۶] (الف)الفتاوی الخانیة: ج۱/ص۲۔

[۱۷] شرح عقود رسم المفتی: ص۴۳۔

[۱۸] المرجع السابق

[۱۹] شرح عقود رسم المفتی: ص۲۷۔

[۲۰] (الف) غمز عیون البصائر: ج۳/ص۱۶۷۔

(ب)شرح عقود رسم المفتی: ص۸۳۔

[۲۱] العقود الدریة: ج۱/ص۳۲۱۔

[۲۲] العقود الدریة: ج۲/ص۱۴۷۔

[۲۳] مقدمہ کتاب عمدۃ الرعایہ۔

[۲۴] (الف)فتاوی قاضی خان: ج۱/ص۲۔

(ب)الحلبی فی ملتقی الابحر: ج۱/ص۱۰۔

[۲۵] اصول الافتا: محمد تقی عثمانی،ص۳۹-۴۰۔

[۲۶] رفع الغشاء عن وقتی العصر والعشاء: ابن نجیم،ص۴۰۔

[۲۷] منحة الخالق علی البحر الرائق: ج۶/۲۶۹۔

[۲۸] الاختیار لتعلیل المختار: ج۳/ص۴۷۔

[۲۹] غنية المستملي المسمى حلبي كبير: ص٦٦۔

[۳۰] (الف) ملتقى الابحر: ج۱/ص۲۹۔

(ب)البحر الرائق: ج۱/ص۱۳۷۔

[۳۱] عقود رسم المفتی: ص۸۔

[۳۲] (الف) الفتاویٰ الخانية: ج۱/ص۲۔

(ب)شرح عقود رسم المفتی: ص۸۳۔

[۳۳] (الف)الہدایۃ: مرغینانی، ج۳/ص۴۵۵، ۴۵۶۔

(ب)ملتقى الابحر: ج۲/ص۱۶۱، ۱۶۲۔

(ج)شرح عقود رسم المفتی: ص۳۷، ۳۸۔

[۳۴] (الف)الفتاوی البزازية: ج۵/ص۱۳۴۔

(ب)رسائل ابن نجیم: ص:۳۷۔

(ج)شرح عقود رسم المفتی: ص۸۰۔

[۳۵] عقود رسم المفتی: ص۸۰۔

[۳۶] (الف)مجمع الانہر: ج۳/ص۲۳۰۔

(ب)الہدایۃ: ج۳/ص۱۴۷۔

[۳۷] امام حصکفی ''الدرالمختار'' ج۷/ص۲۸۶ پر فرماتے ہیں کہ جب فروع واصول مختلف ہوجائیں مثلاً نواسے کی بیٹی اور نواسی کا بیٹا، تو امام محمد نے اس میں اصول کا اعتبار کیا اور مال کو پہلے بطن پر تقسیم کیا جو ذکور واناث کے اعتبار سے مختلف ہے یہی چیز بطن ثانی میں بھی ہے۔ یعنی نواسہ اور نواسی ہے تو امام محمد بن حسن شیبانی نے بطن ثانی میں صفت اصول کا اعتبار کیا لہٰذا انھوں نے مال کو ان پر اثلاثاً تقسیم کیا اور فروع میں سے ہر ایک کو اس کی اصل کا حصہ دیا تو اس وقت نواسہ کی بیٹی کا حصہ دوثلث ہوگا جو درحقیقت نواسہ کا حصہ ہے اور نواسی کے بیٹے کا ایک ثلث ہوگا اس لیے کہ وہ اس کی ماں کا حصہ ہے اس کی مکمل بحث السراجیہ اور اس کی شروح میں ہے جبکہ اس مسئلہ میں شیخین نے صرف فروع کا اعتبار کیا ہے لیکن تمام ذوی الارحام کے متعلق امام محمد بن حسن شیبانی کا یہ قول امام ابوحنیفہ کی مشہورتر روایت میں ہے۔

[۳۸] عقود رسم المفتی: ص۸۰۔

[۳۹] (الف)الفتاوی التاتارخانية: ج۱/ص۸۴۔

(ب)منیة المفتی: سجستانی،ص۱۸۰۔

(ج)تنویرالابصار: ص۱۴۵۔

[۴۰] (الف)الدرالمختار: ج۲/ص۱۳۶۔

(ب)شرح عقود رسم المفتی: ص۶۹۔

[۴۱] (الف)الفتاوی الخانیة: ج۱/ص۲۔

(ب) الفتاوی التاتار خانیة: ج۱/ص۸۲-۸۴۔

(ج)طبقات الفقہاء: کبری زادہ،ص۱۱۔

[۴۲] (الف)شرح عقود رسم المفتی :ابن عابدین،ص۱۷۔

(ب)رد المحتار علی الدر المختار: ج۱۶/ص۲۷۶۔

[۴۳] شرح عقود رسم المفتی: ص۷۲۔

[۴۴] شرح عقود رسم المفتی: ص۶۹-۷۲۔

[۴۵] اشعار یہ ہے کہ اونٹ کے کوہان کے کسی ایک پہلو پر چیرا لگایا جائے یہاں تک کہ اس سے خون بہنے لگے اور اسے علامت قرار دیا جائے اور اس علامت کے ذریعہ پہچان لیا جائے کہ اونٹ ہدی کے ہیں، یہ اشعار امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مکروہ ہے اس لیے کہ یہ مثلہ ہے جس سے منع کیا گیا ہے اور یہ فعل صاحبین کے نزدیک حسن ہے اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ اور ان کے صحابہ نے ایسا کیا ہے لیکن ہم یہاں یہ پاتے ہیں کہ امام طحاوی امام ابوحنیفہ کے قول کی توضیح کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے اصل اشعار کو مکروہ قرار نہیں دیا اور وہ اشعار کو مکروہ کس طرح کہہ سکتے ہیں اس کے متعلق روایات و آثار مشہور ہیں امام ابوحنیفہ نے صرف اپنے زمانے والوں کے اشعار کو مکروہ قرار دیا کیونکہ انھوں نے اہلِ زمانہ کو دیکھا کہ وہ اس طریقہ پر اشعار کرتے ہیں کہ اس زخم کے سرایت کرنے کی بنا پر اونٹ کی ہلاکت کا خوف ہوتا ہے خصوصاً حجاز کی شدید گرمی میں، تو انہوں نے عام لوگوں پر اس دروازے کو بند کرنے کے لئے اسے مکروہ قرار دینے کو درست سمجھا اس لیے کہ وہ اشعار کے شرعی حد کی رعایت نہیں کریں گے۔

(الف)المبسوط: سرخسی، ج۴/ص۱۳۸۔

(ب)البنایة شرح الهدایة: ج۳/ص۶۴۲۔

(ج)النافع الکبیر: لکھنوی،ص۱۴۹۔

[۴۶] یہ مسئلہ وہی ہے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا کہ بیع مزارعت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک

فاسد ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے اور لوگوں کی ضرورتوں کے پیش نظر فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے کیونکہ صاحب مال کبھی عمل کرنے کی جانب راہ نہیں پاتا اور جو عمل پر قدرت رکھتا ہے اس کے پاس کبھی مال نہیں ہوتا اور اس پر سلف کا اتنا عمل رہا ہے کہ یہ بات متوارث و متعارف ہوگئی۔

(الف) الہدایۃ: ج۴/ص۶۸۔

(ب) ملتقی الابحر: ج۲/ص۲۱۰۔

(ج) الاختیار: ج۳/ص۷۴۔

[۴۷] (الف) بدائع الصنائع: ج۵/ص۴۰۵۔

(ب) البحر الرائق: ج۷/ص۶۳۔

(ج) مجمع الانہر: ج۱/ص۷۰۔

(د) الفتاوی الخیریۃ: رملی، ج۲/ص۳۳۔

(ہ) الدرالمختار: حصکفی، ج۲/ص۱۶۳۔

[۴۸] (الف) التصحیح و الترجیح: ص۵۔

(ب) الدرالمختار: ج۱/ص۳۶۵۔

(ج) شرح عقود رسم المفتی: ص۲۷۔

(د) ادب المفتی: برکتی، ص۱۶۔

[۴۹] عقود رسم المفتی: ص۲۷۔

[۵۰] العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ: ج۱/ص۴، ۱۵۱، ۱۶۹/ ج۲/ص۳۲۴۔

[۵۱] عقود رسم المفتی: ص۷۸۔

[۵۲] (الف) التحریر: کمال ابن الہمام، ص۵۴۳۔

(ب) الفتاوی الخیریۃ: ج۲/ص۳۳۔

(ج) فواتح الرحموت: ج۲/ص۳۹۴۔

(د) شرح عقود رسم المفتی: ص۶۲-۶۳۔

[۵۳] (الف) غنیۃ المستملی: حلبی، ص۲۹۵۔

(ب) شرح عقود رسم المفتی: ص۸۱۔

[۵۴] شرح عقود رسم المفتی: ص۸۳۔

[۵۵] عقود رسم المفتی: ص۸۰۔

[۵۶] (الف) التدھین للتزیین: ص۸۷۔

(ب) مقدمۃ عمدۃ الرعایۃ: ص۱۴۔

[۵۷] (الف) فتح الغفار: ابن نجیم، ج۳/ص۳۲، ۳۳، ۵۴۔

(ب) شرح عقود رسم المفتی: ص۸۱۔

(ج) ابو حنیفہ حیاتہ و عصرہ: ابوزہرہ، ص۴۰۱۔

[۵۸] فتح الغفار: ج۳/ص۳۲۔

[۵۹] عقود رسم المفتی: ص۸۰۔

[۶۰] (الف) شرح عقود رسم المفتی: ص۸۵، ۸۶۔

(ب) اصول الافتاء: محمد تقی عثمانی، ص۴۰۔

[۶۱] (الف) التحریر: ابن الھمام، ص۳۷۲۔

(ب) الفتاوی الخیریۃ: خیرالدین رملی، ج۲/ص۱۵۰ (ج) العقود الدریہ: ج۱/ص۱۸۔

[۶۲] (الف) شرح عقود رسم المفتی: ص۸۶۔

(ب) منحۃ الخالق علی البحر الرائق: ج۶/ص۲۶۹۔

[۶۳] (الف) شرح عقود رسم المفتی: ص۶۶-۶۷۔

(ب) مقدمۃ عمدۃ الرعایۃ شرح الوقایہ: ص۱۴۔

[۶۴] (الف) روضۃ العلماء: زندویستی لوحہ، ص۹۵۔

(ب) ارشاد اھل الملۃ: مطیعی، ص۳۱۲۔

[۶۵] (الف) شرح عقود رسم المفتی: ص۶۷۔

(ب) مقدمۃ عمدۃ الرعایۃ شرح الوقایہ: ص۱۴۔

[۶۶] (الف) المیزان: امام شعرانی، ج۱/ص۲۲۵۔

(ب) الخیرات الحسان: ھیتمی، ص۱۰۵۔

[۶۷] شرح عقود رسم المفتی: ص۶۷۔

[۶۸] المصدر السابق: نفس صفحہ

[۶۹] جیسے ان دونوں کا لفظ صحیح یا اصح کے ساتھ متصف ہونا یا ان دونوں کے سلسلہ میں متون کا وارد ہونا۔

[۷۰] علامہ ابن نجیم نے البحر الرائق ج ۵/ص ۲۰۲ پر فرمایا: جب کہ مسئلہ میں دو قول تصحیح شدہ ہوں تو ان میں سے ایک پر فتویٰ دینا اور اس کے مطابق فیصلہ کرنا جائز ہے لیکن یہ مطلقاً نہیں ہے بلکہ جب کہ تصحیح سے پہلے یا تصحیح کے بعد ان میں سے کسی کے لیے مرجح موجود نہ ہو۔

(الف) شرح عقود رسم المفتی: ص ۸۸-۸۹۔

(ب) اصول الافتاء: ص ۴۱۔

[۷۱] (الف) البحر الرائق: ج ۲/ص ۲۶، ۲۵۰/ ج ۳/ص ۲۲۲۔

(ب) الدر المختار: ج ۲/ص ۱۵۵۔

(ج) شرح عقود رسم المفتی: ص ۸۹۔

[۷۲] (الف) البحر الرائق: ج ۲/ص ۸۵۔۸۶۔

(ب) شرح عقود رسم المفتی: ص ۸۹۔

[۷۳] مرجع سابق: نفس صفحہ

[۷۴] مرجع سابق: نفس صفحہ

[۷۵] اصول الافتاء: ص ۴۲۔

[۷۶] (الف) الدر المختار: ج ۱/ص ۲۶۶۔

(ب) غمز عیون الابصار: حموی، ج ۲/ص ۳۳۸۔

[۷۷] اصول الافتا: ص ۴۲۔

[۷۸] شرح عقود رسم المفتی: ص ۹۰۔

[۷۹] شرح عقود رسم المفتی: ص ۸۹۔

[۸۰] ردالمحتار علی الدر المختار: ج ۱/ص ۲۳۶۔

[۸۱] عقود رسم المفتی: ص ۸۹۔

[۸۲] اخبار ابی حنیفه و اصحابه: ص ۱۰۔

[۸۳] الانتقاء: ص ۲۶۴-۲۶۵۔

[۸۴] المدخل الی السنن الکبریٰ: ص ۲۰۳-۲۰۴۔

[۸۵] تاریخ بغداد: ج ۱۳/ص ۳۶۸۔

[۸۶] المناقب: ج ۱/ص ۸۸-۸۹۔

[۸۷] اس خبر کو متعدد متاخر حفاظ مثلاً امام مزی نے تہذیب الکمال ج ۱۹/ص ۱۱۷، ابن حجر نے تہذیب التہذیب ج ۱۰/ص ۴۰۲-۴۰۳ میں امام ابوحنیفہ کے احوال میں نقل کیا ہے۔

[۸۸] (الف) تبييض الصحيفة: ص ۱۱۷۔

(ب) الخیرات الحسان: ص ٦٩۔

[۸۹] کشف الاسرار: ج ۲/ص ۴۰۸۔

[۹۰] جامع الاسرار: ج ۳/ص ٦٧۴۔

[۹۱] فتح الغفار: ج ۲/ص ۸۸-۸۹۔

[۹۲] المناقب: ج ۱/ص ۷۷-۷۸۔

[۹۳] الحجة على اهل المدينة: ج ۱/ص ۲۵۱۔

[۹۴] الاحکام فی اصول الاحکام: ج ۷/ص ۹۲۹۔

[۹۵] الفقيه والمتفقه، ج ۱/ص ۵۱۰، اس خبر کو حافظ تقی الدین تمیمی نے الطبقات السنیہ ج ۳/ص ۲۵٦/ پر ذکر کی ہے۔

[۹٦] کتاب الخراج: ص ۷۰۔

[۹۷] الفصول فی الاصول: ج ۲/ص ۱۳۱-۱۳۲۔

[۹۸] الحجة على اهل المدينة: ج ۱/ص ۱۴۰۔

[۹۹] المصدر السابق: ج ۱/ص ۴۸۹۔

[۱۰۰] مناقب الامام ابى حنيفه: ج ۱/ص ۹۳۔

[۱۰۱] جامع الاسرار: ج ۳/ص ٦٧۳-٦٧۵۔

[۱۰۲] الجواهر المضية: ج ۴/ص ۵۳۸-۵۳۹۔

[۱۰۳] التلویح: ج ۲/ص ۱۱۔

[۱۰۴] شرح المنار: ص ٦۲۵۔

[۱۰۵] فتح الغفار: ج ۲/ص ۸۳۔

[۱۰٦] حاشية الازميرى على مرأة الاصول: ج ۲/ص ۲۱۳۔

[۱۰۷] اصول السرخسی: ج ۱/ص ۳٦۹۔

کشف الاسرار للنسفی: ج ۲/ص ۵۳۔

جامع الاسرار: کاکی، ج۳/ص۷۲۲۔
المغنی: خبازی، ص۱۹۸۔
[۱۰۸] اصول السرخسی: ج۱/ص۳۶۹۔
المغنی: خبازی، ص۱۹۹۔
کشف الاسرار: للنسفی، ج۲/ص۵۳۔
[۱۰۹] (الف) اصول السرخسی: ج۲/ص۷۔
(ب) المغنی: خبازی، ص۲۱۷۔
(ج) جامع الاسرار: الکاکی، ج۳/ص۷۲۲،۷۷۴۔
[۱۱۰] المصدر السابق
[۱۱۱] (الف) اصول الشاشی: ص۲۷۵۔
(ب) اصول السرخسی: ج۱/ص۳۳۸،۳۴۲۔
(ج) المغنی: خبازی، ص۲۰۷-۲۱۰۔
[۱۱۲] جامع الاسرار: الکاکی، ج۳/ص۶۷۳۔
[۱۱۳] فتح الغفار: ج۲/ص۸۳۔
[۱۱۴] (الف) جامع الاسرار: الکاکی، ج۳/ص۶۷۳۔
(ب) فواتح الرحموت: ج۲/ص۱۴۵-۱۴۶۔
[۱۱۵] (الف) اصول السرخسی: ج۲/ص۳۔
(ب) المغنی: خبازی، ص۲۱۴۔
[۱۱۶] اصول السرخسی: ج۲/ص۵-۶۔
المغنی: خبازی، ص۲۱۵-۲۱۶۔
جامع الاسرار: ج۳/ص۷۶۹۔
[۱۱۷] اصول السرخسی: ج۲/ص۶۔ جامع الاسرار: ج۳/ص۷۷۰۔
[۱۱۸] کشف الاسرار: ج۲/ص۵۶۔ جامع الاسرار: ج۳/ص۷۲۸۔
[۱۱۹] (الف) المغنی: خبازی، ص۲۰۳۔
(ب) کشف الاسرار: ج۲/ص۵۶۔

(ج)جامع الاسرار: ج۳/ص۲۸ ۷۔

[۱۲۰] (الف)اصول الشاشی: ص۲۸۴۔

(ب)اصول السرخسی: ج۱/ص۳۶۸۔

(ج)المغنی: خبازی،ص۱۹۸۔

[۱۲۱] (الف)مقدمة نصب الراية: زاہد کوثری،ص۲۸۱۔

(ب)فقہ اہل العراق: ص۳۴۔۳۵۔

[۱۲۲] ان کے ساتھ امام زفر،امام حسن وغیرہ وہ حضرات بھی لاحق ہیں جنھوں نے امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ سے فقہ اخذ کی لیکن ظاہر الروایہ میں اکثر جو رائج وشائع ہے وہ ائمہ ثلاثہ (امام ابوحنیفہ،امام ابو یوسف،امام محمد) کا قول ہے یا ان میں سے بعض کا۔

شرح عقود رسم المفتی:ص۶۰۔

[۱۲۳] یہ بات جان لی جائے کہ اصول میں چھ کتابوں کا مرتبہ ایسا ہی ہے جیسا حدیث میں صحیحین کا اور ہمارے مذہب میں نوادر کا مرتبہ ایسا ہی ہے جیسا سنن اربعہ کا۔

المحیط الرضوی مشکوۃ المصابیح کی مانند ہے جو صحیحین اور سنن اربعہ وغیرہ کتابوں کی جامع ہے۔ رہے فتاوی تو وہ نوادر بھی کم درجہ کے ہیں کیوں کہ ان موجود تمام اقوال اصحاب مذہب کے نہیں ہیں اور نہ اس کی ایسی کوئی سند ہے جو مرفوعاً اس کے قائل کی جانب ہو صرف اس کو بعض متفقہ علما نے جمع کر دیا جن کی روایت اور حسن درایت میں احوال معلوم نہیں لہذا ان پر عمل نہیں کیا جائے گا نہ ان میں موجود ان اقوال کو قبول کیا جائے گا جو کتب اصول یا کتب النوادر نہ ہوں مگر اس شرط کے ساتھ کہ وہ مذہب کے اصولی قواعد کے موافق ہوں یا اس کی صحت پر کوئی دلیل ہو۔

اب وہ غریب روایات بچیں جن کے نقل میں قرون متاخرہ والوں میں سے احاد مصنفین منفرد ہوں لہذا اس پر اعتبار نہیں کیا جائے گا اور نہ بہ معتمد علیہ میں ان کا درجہ فہارس اور ان متحمول مجامع کی مانند ہے جب تک کہ یہ روایت اصول میں نہیں پائی جاتیں اور نہ روایۃ النوادر میں۔ دیکھیے: المدخل الی دراسۃ المذاہب الفقھیہ: ص۱۲۷۔

[۱۲۴] شرح عقود رسم المفتی

☆☆☆

مطبوعات تاج الفحول اکیڈمی بدایوں

۱	آداب السالکین	شمس مارہرہ حضور اچھے میاں قدس سرہٗ
۲	تحقیق التراویح	سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہٗ
۳	احقاق حق	سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی
۴	عقیدۂ شفاعت	سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی
۵	وہابی تحریک	سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی
۶	اختلافی مسائل پر تاریخی فتویٰ	سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی
۷	زیارت روضہ رسول	سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی
۸	فصل الخطاب	سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی
۹	حرز معظم	سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی
۱۰	مولود منظوم	سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی
۱۱	تبکیت النجدی	سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی
۱۲	شمس الایمان	مولانا محی الدین قادری بدایونی
۱۳	احسن الکلام فی تحقیق عقائد الاسلام	تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر قادری بدایونی
۱۴	رد روافض	تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر قادری بدایونی
۱۵	الکلام السدید	تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر قادری بدایونی
۱۶	سنت مصافحہ	تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر قادری بدایونی
۱۷	اختلاف علی و معاویہ	تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر قادری بدایونی
۱۸	دیوان تاج الفحول	تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر قادری بدایونی
۱۹	مردے سنتے ہیں؟	مولانا عبدالقیوم شہید قادری بدایونی
۲۰	مضامین شہید	مولانا عبدالقیوم شہید قادری بدایونی
۲۱	ملت اسلامیہ کا ماضی حال مستقبل	مولانا عبدالقیوم شہید قادری بدایونی
۲۲	عرس کی شرعی حیثیت	مولانا عبدالماجد قادری بدایونی
۲۳	فلاح دارین	مولانا عبدالماجد قادری بدایونی

۲۴ عقائد اهل سنت	مولانا عبدالحامد قادری بدایونی
۲۵ دعوت عمل	مولانا عبدالحامد قادری بدایونی
۲۶ الجواب المشکور	مولانا عبدالحامد قادری بدایونی
۲۷ فلسفه عبادات اسلامی	مولانا عبدالحامد قادری بدایونی
۲۸ خطبات صدارت	عاشق الرسول مولانا عبدالقدیر قادری بدایونی
۲۹ مثنوی غوثیه	عاشق الرسول مولانا عبدالقدیر قادری بدایونی
۳۰ مختصر سیرت خیر البشر	مولانا محمد عبدالہادی القادری بدایونی
۳۱ احوال و مقامات	مولانا محمد عبدالہادی القادری بدایونی
۳۲ خمیازۂ حیات	مولانا محمد عبدالہادی القادری بدایونی
۳۳ باقیات هادی	مولانا محمد عبدالہادی القادری بدایونی
۳۴ محبت، برکت اور زیارت	حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری بدایونی
۳۵ نوائے سروش	حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری بدایونی
۳۶ مدینے میں	حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری بدایونی
۳۷ معراج تخیل	حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری بدایونی
۳۸ تذکرۂ شمس مارهره	مولانا اسیدالحق قادری بدایونی
۳۹ خیر آبادیات	مولانا اسیدالحق قادری بدایونی
۴۰ عربی محاورات	مولانا اسیدالحق قادری بدایونی
۴۱ قرآن کریم کی سائنسی تفسیر	مولانا اسیدالحق قادری بدایونی
۴۲ حدیث افتراق امت	مولانا اسیدالحق قادری بدایونی
۴۳ قصیدۂ فرزدق تمیمی	مولانا اسیدالحق قادری بدایونی
۴۴ تحقیق و تفهیم	مولانا اسیدالحق قادری بدایونی
۴۵ خامه تلاشی	مولانا اسیدالحق قادری بدایونی
۴۶ احادیث قدسیه	مولانا اسیدالحق قادری بدایونی
۴۷ تذکرۂ ماجد	مولانا اسیدالحق قادری بدایونی
۴۸ مفتی لطف بدایونی	مولانا اسیدالحق قادری بدایونی

۴۹	**شیخ ابن تیمیه کے عقائد و افکار**	حافظ بخاری سید شاہ عبدالصمد سہسوانی
۵۰	**تذکرۂ فضل رسول**	مولانا انوارالحق عثمانی بدایونی
۵۱	**عظمت غوث اعظم**	علامہ محبّ احمد قادری بدایونی
۵۲	**نگارشات محب احمد**	علامہ محبّ احمد قادری بدایونی
۵۳	**شارحۃ الصدور فی احکام القبور**	مفتی حبیب الرحمٰن قادری بدایونی
۵۴	**الدرر السنیۃ**	مفتی حبیب الرحمٰن قادری بدایونی
۵۵	**احکام قبور**	مفتی محمد ابراہیم قادری بدایونی
۵۶	**ریاض القرآت**	مفتی محمد ابراہیم قادری بدایونی
۵۷	**مسئلہ قیام تعظیمی**	مفتی حسین احمد مقتدری بدایونی
۵۸	**تذکار محبوب**	مولانا عبدالرحیم قادری بدایونی
۵۹	**برکات مارہرہ**	مولوی طفیل احمد صدیقی بدایونی
۶۰	**اکابر بدایوں**	مولانا احمد حسین قادری
۶۱	**قصیدۂ بانت سعاد**	حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ
۶۲	**اسلام میں محبت الٰہی کا تصور**	علامہ شیخ حازم نائف ابوغزالہ
۶۳	**اظہار واعتراف**	تنویر قادری بدایونی
۶۴	**خواجہ غلام نظام الدین**	تنویر قادری بدایونی
۶۵	**تذکرۂ خانوادۂ قادریہ**	عبدالعلیم قادری مجیدی
۶۶	**سیف اللہ المسلول کا علمی مقام**	عبدالعلیم قادری مجیدی
۶۷	**اقیموا الصلوۃ**	مبشر قادری مجیدی
۶۸	**مولانا فیض احمد بدایونی**	پروفیسر ایوب قادری
۶۹	**تاج الفحول حیات و خدمات**	مفتی عبدالحکیم نوری
۷۰	**آئینۂ مقالات**	ڈاکٹر شاداب ذکی بدایونی

☆☆☆

هندی مطبوعات

۱	عقیدۂ شفاعت	سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی
۲	فلاح دارین	مولانا عبدالماجد قادری بدایونی
۳	عقائد اہل سنت	مولانا عبدالماجد قادری بدایونی
۴	دعوت عمل	مولانا عبدالحامد قادری بدایونی
۵	معراج تخیل	حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری بدایونی
۶	اسلام	مولانا اسیدالحق قادری بدایونی
۷	اکابر بدایوں	مولانا احمد حسین قادری
۸	غوث اعظم	تنویر قادری بدایونی
۹	پیغمبر اسلام	تنویر قادری بدایونی
۱۰	عمر فاروق کا نیائے	تنویر قادری بدایونی
۱۱	کیا اسلام تلوار کے زور سے پھیلا؟	تنویر قادری بدایونی
۱۲	سیرت مصطفی کی جھلکیاں	تنویر قادری بدایونی
۱۳	تذکرۂ مشائخ قادریہ	تنویر قادری بدایونی
۱۴	راہ نجات	تنویر قادری بدایونی
۱۵	مولانا فیض احمد بدایونی	پروفیسر محمد ایوب قادری

انگلش مطبوعات

1	**Falah-E-Daarain**	Maulana Abdul Majid Qadri
2	**Call to Action**	Maulana Abdul Hamid Qadri
3	**Ahadees-E-Qudsiya**	Maulana Usaidul Haq Qadr
4	**Understanding Islam (An Introduction)**	Maulana Usaidul Haq Qadri
5	**A brief introduction of Prophet Mohammad**	Maulana Usaidul Haq Qadri

مراٹھی مطبوعات

۱	دعوت عمل	مولانا محمد عبدالحامد قادری بدایونی
۲	اسلام :ایک تعارف	مولانا اسیدالحق قادری بدایونی

گجراتی مطبوعات

۱	**عقیدۂ شفاعت**	سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی
۲	**دعوت عمل**	مولانا محمد عبدالحامد قادری بدایونی
۳	**احادیث قدسیہ**	مولانا اسید الحق قادری بدایونی

پاکستانی اشاعت

تاج الفحول اکیڈمی کی مطبوعات کی اہمیت اورافادیت کے پیش نظر مندرجہ ذیل کتابیں پاکستانی اشاعتی اداروں نے اکیڈمی کی اجازت سے شایع کی ہیں۔

1	**مجموعہ رسائل فضل رسول** سیف اللہ المسلول مولانا شاہ فضل رسول بدایونی	ترجمہ وترتیب: مولانا اسید الحق قادری مکتبہ برکات المدینہ، کراچی
2	**شوارق صمدیہ ترجمہ بوارق محمدیہ** سیف اللہ المسلول مولانا شاہ فضل رسول بدایونی	ترجمہ: حضرت مولانا غلام قادر بھیروی مکتبہ اہل سنت و جماعت، لاہور
3	**احسن الکلام فی تحقیق عقائد الاسلام** تاج الفحول مولانا عبدالقادر بدایونی	ترجمہ وترتیب: مولانا دلشاد احمد قادری دارالاسلام، لاہور
4	خیرآبادی سلسلہ علم وفضل کے احوال وآثار **خیرآبادیات**	مولانا اسید الحق قادری مکتبہ اعلیٰ حضرت، لاہور
5	**عربی محاورات** مع ترجمہ وتعبیرات	مولانا اسید الحق قادری مکتبہ بہار شریعت، لاہور
6	**احادیث قدسیہ**	مولانا اسید الحق قادری مکتبہ برکات المدینہ، کراچی
7	**الدرر السنیۃ** تصنیف: شیخ الاسلام سید زینی دحلان مکی	ترجمہ: مفتی حبیب الرحمٰن قادری بدایونی مکتبہ برکات المدینہ، کراچی
8	**قرآن کریم کی سائنسی تفسیر**	مولانا اسید الحق قادری کراچی

تاج الفحول اکیڈمی کا اشاعتی منصوبہ

تاج الفحول اکیڈمی نے دوسالہ اشاعتی منصوبہ ترتیب دیا ہے جس کے تحت مندرجہ ذیل کتابیں حسب ضرورت ترجمہ، تخریج، تحقیق اور جدید ترتیب کے ساتھ منظر عام پر آ رہی ہیں۔ ان شاء اللہ

1	**تلخیص الحق**	سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی
2	**سیف الجبار**	سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی
3	**تصحیح المسائل**	سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول بدایونی
4	**سیف الاسلام**	تاج الفحول مولانا عبدالقادر بدایونی
5	**تحفہ فیض**	تاج الفحول مولانا عبدالقادر بدایونی
6	**الھدیة القادریة والمقامات البغدادیة**	مولانا فیض احمد عثمانی بدایونی
7	**صولت قادریة**	مولانا حکیم سراج الحق عثمانی بدایونی
8	**تنبیه الغفول عن علم غیب الرسول**	مولانا عبید اللہ مکی بدایونی
9	**تنبیه الجهال بالهام الباسط المتعال**	مولانا حافظ بخش قادری آنولوی
10	**حقیقة السماع**	مفتی عزیز احمد قادری بدایونی
11	**تذکرة الواصلین**	مولانا محمد رضی الدین بسملؔ بدایونی
12	**صون الایمان عن وسلویس قرن الشیطان**	علامہ محبّ احمد قادری بدایونی
13	**خلاصة العقائد**	مولانا عبدالماجد قادری بدایونی
14	**عورت اور قرآن**	مولانا عبدالماجد قادری بدایونی
15	**مطالعۂ بخاری**	عالم ربانی شہید اسید الحق قادری بدایونی
16	**وارثین انبیا** (اکابر بدایوں کے احوال وآثار)	عالم ربانی شہید اسید الحق قادری بدایونی
17	**افہام وتفہیم** (مجموعہ مضامین)	عالم ربانی شہید اسید الحق قادری بدایونی
18	**مکاتیب اکابر** (ترجمہ وترتیب)	عالم ربانی شہید اسید الحق قادری بدایونی